ماہنامہ خالد ربوہ

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اُٹھتے جاتے ہیں۔
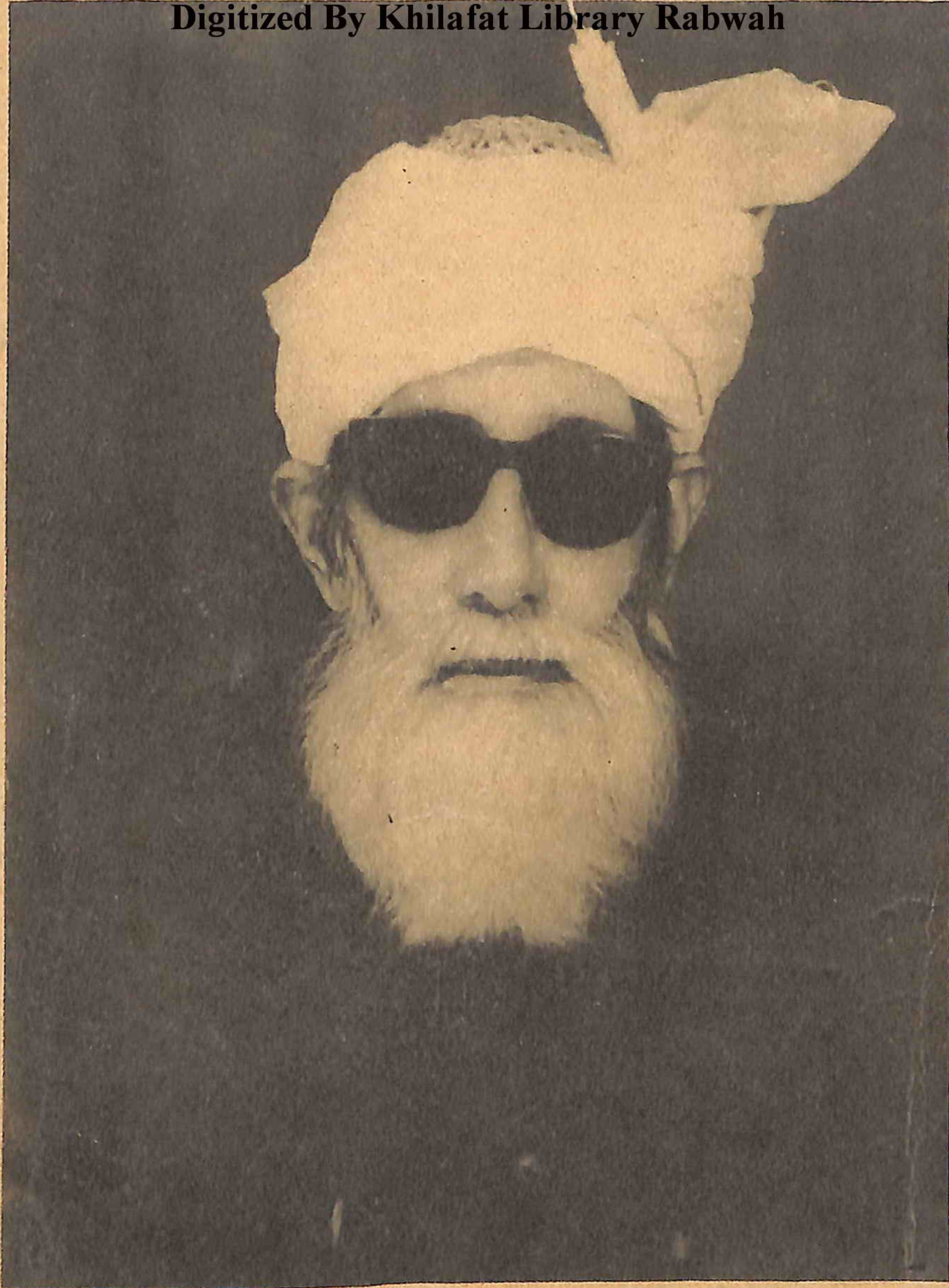
حضرت مولانا قاضی محمد نذیر صاحب فاضل لائلپوری ۱۵ ستمبر ۱۹۸۰ء کو وفات پا گئے۔

ایڈیٹر
محمد الیاس منیر

اکتوبر ۱۹۸۰ء

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

استبقوا الخیرات

"تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں"

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

خالد

ربوہ

جلد ۲۷ شمارہ ۱۲

اخاء ۱۳۵۹ ہش

اکتوبر ۱۹۸۰ء

ایڈیٹر

محمد الیاس منیر

نائبین:- اخلاق احمد انجم۔ اظہر احمد۔

ترتیب و تزئین: منصور احمد عارف

پبلشر: مبارک احمد خالد۔ پرنٹر: سید عبد الحی

مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد۔ دار الصدر جنوبی ربوہ

قیمت سالانہ:- ۱۵ روپے

قیمت فی پرچہ ایک روپیہ پچاس پیسے

ترتیب

مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زبان میں —

اھلاً وسھلاً ومرحبًا

غلبۂ اسلام کی عظیم ترمہم کے قافلہ سالار سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اپنے ساتویں غیر ملکی تبلیغی وتربیتی دورے سے بانیلِ مرام مراجعت پر ادارہ خالد اھلاً و سھلاً و مرحبًا کہتا ہے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا یہ دورہ کئی لحاظ سے "تاریخی اہمیت" کا حامل ہے ——

o—— یہ دورہ آپ کے عہد خلافت کا طویل ترین دورہ ہے۔

o—— اس دورہ میں پہلی بار حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے یورپ، افریقہ اور امریکہ ہرسہ براعظموں میں ایک ساتھ تشریف لے جاکر تبلیغ حق کا فریضہ سرانجام دیا۔

o—— اس دورہ میں صد سالہ احمدیہ جوبلی منصوبہ کے تحت ناروے اور ہسپانیہ میں مساجد کا سنگِ بنیاد رکھا۔ علاوہ ازیں ارضِ بلال میں بھی کئی ایک مساجد کا سنگِ بنیاد رکھا اور بعض کا افتتاح فرمایا۔

اپنی نوعیت کے اس عالمی تاریخی دورہ کے نہایت شاندار اختتام پر ادارہ خالد اپنے محبوب امام ہمام کی خدمتِ اقدس میں تہ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہے — اور خدا کے حضور التجا کرتا ہے کہ وہ ہمارے پیارے آقا کو صحت اور کام کرنے والی لمبی عمر سے نوازے، آپ کی کوششوں میں بے حساب برکت ڈالے اور حالیہ دورہ کے مفید اور مثبت نتائج مرتب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

خدام الاحمدیہ ان دنوں اپنے سالانہ مرکزی اجتماع میں شرکت کی پُرجوش تیاریوں میں مشغول ہیں۔ مرکزِ سلسلہ — ربوہ میں ہونے والا یہ اجتماع اس لحاظ سے تاریخ ساز اجتماع ہے کہ اس میں ہمارے پیارے آقا اپنے خدام سے تینوں روز خطاب فرمائیں گے۔ اور یہ خدام الاحمدیہ کی تاریخ میں ایک غیر معمولی واقعہ ہوگا۔ انشاء اللہ۔ ادارہ خالد دُعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ سب خدام بھائیوں کو اپنی عافیت میں ربوہ لائے اور سب بھائی خدا تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرکے، اس کی رحمتوں سے فیض یاب ہوکر اور اس کی برکتوں سے جھولیاں بھر کر اپنے گھروں کو لوٹیں ——

اے اللہ تو ایسا ہی کرے آمین ——

محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا پیغام

خدام اور قائدین کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیز بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :-

خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا سالانہ اجتماع بڑی برکتوں کا حامل اور اصلاح نفس کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اس میں شمولیت ان گنت فیوض کے حصول کا موجب بنتی ہے۔ مرکز سلسلہ میں رہ کر تین دن ایک پاکیزہ ماحول میں گزارنا ایک ایسی سعادت ہے جو کئی قسم کی روحانی کمزوریاں دور کرنے اور نیکیاں اختیار کرنے کا موجب بنتی ہے۔ قرآن و حدیث کے درس۔ بزرگان سلسلہ کی تقاریر ہوتی ہیں۔ سب سے بڑھ کر پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات عالیہ سے مستفیض ہونے کی سعادت ملتی ہے۔

امسال ہمارا سالانہ اجتماع ۷، ۸، ۹، نومبر کو منعقد ہوگا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :-

"ہر جماعت کا کم از کم ایک نمائندہ خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع میں ضرور شامل ہونا چاہیئے۔ اجتماع میں ہماری پوری جماعت کی نمائندگی ہونی چاہیئے"۔ (الفضل ۱۰ ستمبر ۱۹۷۲ء)

"یہ اجتماع نفس کی اصلاح کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اور بہترین سبق ہے"۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کی روشنی میں میری آپ سے درخواست ہے کہ اپنے کاموں کا حرج کر کے بھی اس روح پرور اجتماع میں شمولیت فرمائیں۔ امسال ہمارا یہ اجتماع غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے اور اسی کے پیش نظر میں آپ سے براہ راست یہ درخواست کر رہا ہوں۔

قائدین مقامی و قائدین اضلاع اور قائدین علاقہ اس بات کے ذمہ دار ہیں کہ اُن کے حلقوں کی جملہ مجالس کی سو فیصد نمائندگی ہو اور ہر مجلس سے گذشتہ سالوں کی نسبت زیادہ خدام اس تاریخی اجتماع میں شمولیت فرمائیں۔

خدام بھائیوں سے میری درخواست ہے کہ اس میں خود بھی شامل ہونے کی پوری کوشش فرمائیں اور دوسروں کو بھی تلقین فرمائیں۔ نیز اس سلسلہ میں اپنے قائد صاحب مقامی و ضلع کے ساتھ بھرپور تعاون کیجئے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنے فضلوں سے نوازے اور مرکز کی طرف سے کی گئی تحریکات پر لبیک کہنے کی توفیق عطا کرے۔ اور حضور کے ان ارشادات کے مطابق سالانہ اجتماع خدام و اطفال میں آپ کی مجلس کو نمائندگی کی سعادت بخشے۔ آمین۔

والسلام

خاکسار

(دستخط)

محمود

صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ۔ ربوہ

سالانہ اجتماع

قائدین مجالس خدام الاحمدیہ سالانہ اجتماع پر تشریف لاتے وقت اطفال کو بھی اپنے ہمراہ لائیں اطفال الاحمدیہ کا اجتماع بھی ۷-۸-۹ اکتوبر ۱۹۸۰ء کو منعقد ہو رہا ہے۔

خاموش ہو گیا ہے چمن بولتا ہوا

علوم دینیہ کے آسمان کا ایک اور چاند تاریخ احمدیت کے ایک درخشندہ باب کا قابل صد رشک عنوان بن کر ۱۵ ستمبر ۱۹۸۰ء کو غروب ہو گیا اور بہشتی مقبرہ ربوہ کی مقدس سرزمین میں سما گیا۔

جیّد و متبحّر عالم دین، پُرجوش و شیریں بیان مقرر، عظیم محقق و مصنّف، صاحب فراست مفکر و مفسّر قرآن، کامیاب مناظر اور انتہائی منکسر المزاج، مخلص و حقیقی خادم سلسلہ حضرت مولانا قاضی محمد نذیر صاحب فاضل لائل پوری ناظر اشاعت لٹریچر و تصنیف کی مثالی دینی علمی اور انتظامی خدمات ایک لاثانی شاہکار بن کر افق احمدیت پر زندہ و تاباں رہیں گے۔

میدان تحریر و تقریر کے شہسواروں کا یہ سرخیل مسلسل چالیس برس تک اپنی زبان و قلم کی تلوار لئے کھڑا ھل من مبارز کا نعرہ لگاتا رہا۔ وہ ایک نرالے حسن بیان کے ساتھ ایک انوکھے اسلوب تحریر کے ساتھ، ایک حیرت انگیز طریق تخاطب کے ساتھ ہر موافق و مخالف کی تعلیم و تربیت اور تبلیغ میں ہمہ تن مصروف رہا۔ اس کے قلم میں عجیب مقناطیسیت تھی۔ اس کی زبان میں بے حد جاذبیت تھی۔ بیان زوردار اور اثر انگیز جملے ڈھلے ہوئے چپے تلے اور وزنی، فقرے ترشے ترشائے اور برجستہ لطیفے سجے سجائے کہ سامعین ہمہ تن گوش برآواز۔ ہر تقریر میں نیا انداز اور اچھوتا اسلوب ہوتا۔ قدرت نے بے حد فیاضی سے کام لے کر حسنِ بیان ایسا ودیعت کیا تھا کہ ہر ہر لفظ دل کی گہرائیوں میں اترتا جاتا۔

اسلام اور احمدیت کے اس جانثار فدائی کی زندگی کام اور مسلسل کام سے عبارت تھی مصروف عمل ہوتے تو بیماری کتنی بھی شدید ہوتی محسوس تک نہ ہونے دیتے۔ خدمتِ دین کا پُرخلوص جذبہ سینہ میں موجزن تھا۔ اور اسی جذبے آخری دم تک مختلف انداز سے خدمت دین میں مشغول رکھا۔ کاروانِ احمدیت منزل بمنزل بڑھتا رہیگا۔ قومیں اور نسلیں آ آ کر اس میں شامل ہوتی رہیں گی بہتیرے دیوانے پیدا ہوتے رہیں گے۔ مگر اے قاضی نذیر! تو ہمارے دلوں میں ہمیشہ بسا رہیگا تیری خدمات تاریخ احمدیت میں رہتی دنیا تک سنہری حروف سے لکھی جاتی رہیں گی۔ جا اور اپنے آقا سے رضوان یار کا تاج پہن اور اس کی ابدی جنتوں میں بسیرا کر۔

سوانح مولانا قاضی محمد نذیر صاحب مرحوم

تاریخ پیدائش = ۳ ستمبر ۱۸۹۸ء

جائے پیدائش = کوروال ضلع سیالکوٹ

والد ماجد = قاضی محمد حسین صاحب

والد ماجد کی بیعت = ۱۹۰۴ء

تعلیم :-

تعلیم پرائمری = موضع رڈرس متصل کوروال

تعلیم فارسی = گھر پر والد ماجد سے۔

علوم عربیہ = مدرسہ حمیدیہ (انجمن حمایت اسلام لاہور)
مدرسہ رحیمیہ مسجد نیلا گنبد لاہور)

مولوی عالم منشی فاضل } اورینٹل کالج لاہور
مولوی فاضل

تکمیل تحصیل علم = ۱۹۱۸ء

بیعت = عہد خلافت اولیٰ۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد :-

آپ بالترتیب مندرجہ ذیل مقامات پر عربی اور فارسی کے استاد رہے۔

(۱) اسلامیہ ہائی سکول سیالکوٹ

(۲) اسلامیہ ہائی سکول چک ۳۳۳

(۳) سردار حاکم سنگھ ہائی سکول ڈنگا۔

(۴) اکبر اسلامیہ ہائی سکول جموں۔

(۵) ڈینز ہائی سکول راولپنڈی۔

(۶) مسلم ہائی سکول لائل پور }
(۱۹۲۲ء تا ۱۹۳۵ء)

جماعتی خدمات :-

۱۹۳۶ء - نظارت دعوۃ و تبلیغ میں بحیثیت مبلغ تقرری

۱۹۳۷ء - تعلیم الاسلام ہائی سکول میں بطور معلم فارسی و دینیات تقرری۔

جامعہ احمدیہ میں لیکچرار

مدرسہ احمدیہ کے سیکنڈ ہیڈ ماسٹر۔

تعلیم الاسلام کالج میں لیکچرار

پرنسپل جامعہ احمدیہ۔

ریٹائرمنٹ ۱۹۵۷ء اور اس کے بعد آپ کی خدمات اصلاح و ارشاد کے سپرد بحیثیت مصنف کر دی گئیں۔

اکتوبر ۱۹۶۶ء - ناظر اصلاح و ارشاد۔

نظارت اشاعت لٹریچر و تصنیف کے قیام پر ناظر کی حیثیت سے تقرری۔

تصنیفات = اہم کتب کا ذکر تاریخ احمدیت میں آچکا ہے

۳- کتب زیر طبع ہیں۔

اس کے علاوہ بہت سے ضخیم علمی مضامین ہیں جو مختلف جماعتی رسائل میں شائع ہوتے رہے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ربوہ سے باہر ہونے کی صورت میں امام الصلوٰۃ مقرر ہوتے اور ایک دو دفعہ امیر مقامی بھی رہے

حضرت قاضی محمد نذیر لائل پوری

(از قلم — سید عبدالحی ربوہ)

قرونِ اولیٰ کی روایتی سادگی کے مرقع سادہ بود و باش، سادہ لباس اور سادہ طبیعت کے حامل حضرت قاضی صاحب کو اللہ نے بے نظیر صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ علوم قدیم و جدیدہ سے بہرہ ور، زیور اجتہاد سے مزین، ایک عظیم دینی مفکر، فقہ، تفسیر اور علم کلام میں گہری نظر رکھنے والے، اعلیٰ پایہ کے مصنف، مقرر اور لاجواب مناظر، اور بے نفس مبلغ تھے۔ قناعت، توکل، ہمت، عزم اور غنیٰ کے اخلاقِ عالیہ کے حامل تھے۔ اپنی تمام صلاحیتوں کو مجتمع کر کے اپنی زندگی کے آخری چند سالوں میں آپ نے سلسلہ احمدیہ کی تائید اور دفاع میں قابل قدر لٹریچر اپنی یادگار چھوڑا ہے۔ آپ پرانے مسائل کو ہر بار نئے انداز سے بیان کرتے۔ سلسلہ کی خدمت کے لئے انہوں نے کبھی دن دیکھا نہ رات، بس کام کی لگن تھی۔ باوجود کبر سنی اور کمزوری صحت کے ہم نوجوان آپ کا ساتھ نہیں دے سکتے تھے۔ تصنیف کے انہماک میں انہیں نہ وقت کا احساس رہتا تھا۔ نہ بھوک پیاس، نہ سردی اور گرمی کا۔

اپنی ہر تحریر کو خوب سوچ سمجھ کر لکھتے۔ اس کے لہ و ماعلیہ پر غور کرتے۔ مخالف کی طرف سے ہر ممکن اعتراض کی پیش بندی کرتے۔ اور طباعت کے آخری مراحل تک نظر ثانی جاری رہتی۔

حضرت قاضی صاحب مرحوم نے اورینٹل کالج لاہور سے مولوی عالم اور منشی فاضل پاس کیا تھا۔ طالب علمی کے اس دور میں بھی آپ لاہور کے کلیساؤں میں جا کر اسلام کی تائید اور عیسائیت کے رد میں پادریوں سے تبادلہ خیال کی طرح ڈالتے۔ اسلام پر اعتراضات کے جواب میں اپنے خرچ پر لٹریچر شائع کرتے

قیام لائل پور کے دوران آپ کا خدمت دین کا جذبہ اور آپ کی مناظرانہ صلاحیتیں اور کھل کر سامنے آگئیں۔ اس دور میں آپ نے عیسائی پادریوں اور آریہ سماج کے پرچارکوں سے بیسیوں مناظرے کئے۔ تقریری بھی اور تحریری بھی۔ یہ انگریز کا زمانہ تھا۔ ملک میں امن و امان کا دور دورہ تھا۔ ہر شہر میں مذہبی بیداری عروج پر تھی۔ ہندو، سکھ، عیسائی اور مسلمان اپنے اپنے علماء کو بلوا کر جلسے کرواتے۔ سوال و جواب ہوتے۔ مناظرے طے پاتے۔ اور قاضی صاحب احمدی نوجوانوں کے ایک گروہ کو ساتھ لے کر ہر جگہ پہنچ جاتے اور اسلام پر ہونے والے اعتراضات کے جواب میں راتوں رات کتابیں

تصنیف ہوتیں اور طبع ہو کر اگلے دن جلسوں میں تقسیم ہوتیں۔

مجھے قاضی صاحب کا شاگرد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ ایک مثالی استاد تھے۔ علاوہ اعلیٰ اقدار کے آپ کو تدریس کے فن میں بھی خاص ملکہ حاصل تھا۔ مولوی فاضل کے کورس میں منطق اور فلسفہ سب سے مشکل مضامین سمجھے جاتے تھے۔ اور یہی مرحوم قاضی صاحب کے سپرد تھے۔ درس نظامی میں کورس کی کتابیں اس قدر مشکل اور مغلق رکھی جاتی تھیں۔ کہ موضوع جس کے متعلق وہ کتاب ہوتی ہے اس کا سمجھنا تو بعد کی بات۔ کتاب کی عبارت کو حل کرنا ہی اس قدر مشکل مرحلہ ہوتا کہ اساتذہ کی ساری صلاحیتیں اسی میں جذب ہو کر رہ جاتیں۔ اور طلباء اصل موضوعات سے نابلد ہی رہتے۔ پیش آمدہ چیلنج کا مقابلہ کرنا قاضی صاحب کی طبیعت کی بنیادی خاصیت تھی۔ چنانچہ قاضی صاحب دن ہو یا رات منطق کی کتاب سلم العلوم اور فلسفہ کی کتاب الشمس البازغہ کو زیر مطالعہ رکھتے۔ اساتذہ سے اس کی سطر سطر پر تبادلہ خیال کرتے۔ اور جب کوئی مسئلہ تسلی بخش طور پر حل ہو جاتا۔ تو بعض دفعہ رات کے بارہ بجے ہوتے۔ آپ اسی وقت ہوسٹل میں تشریف لا کر اپنے شاگردوں کو جگاتے اور متعلقہ مسئلہ سمجھاتے۔ پھر اس کے نوٹس قلمبند کروا کر واپس جاتے۔

قاضی صاحب سے استفادہ کے لئے کوئی وقت بھی نامناسب نہیں تھا۔ ہر طالب علم کسی بھی وقت قاضی صاحب کے گھر جا کر ان سے سبق سمجھ سکتا تھا۔ بلکہ وہ مضامین بھی پڑھ سکتا تھا جن کی ذمہ داری قاضی صاحب پر نہیں تھی۔

۱۹۵۲ء میں جامعہ احمدیہ احمد نگر کے طلباء نے لائل پور کے سنٹر سے مولوی فاضل کا امتحان دینا تھا۔ مرحوم قاضی صاحب طلباء کے ساتھ لائل پور آئے۔ اور ہر پرچے کی تیاری کے لئے سارا سارا دن دیا۔ صبح سنٹر تک ساتھ آتے۔ اجتماعی دعا کروا کر تین گھنٹے باہر بیٹھے طلبہ کی انتظار کرتے اور پھر واپس ساتھ جا کر اگلے دن کی تیاری کروانے میں مصروف ہو جاتے

آپ انتہائی جفاکش اور محنتی اور انتھک خادم سلسلہ تھے۔ کمزوریٔ صحت کے باوجود آپ اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے تک کام کر سکتے تھے۔ آپ کی مایہ ناز تصنیف "غلبہ حق" صرف اور صرف نو دن میں تیار ہوئی تھی۔ عام حالات میں جس موضوع پر آپ لکھ رہے ہوتے۔ گھر جا کر بقیہ وقت اسی کے متعلق سوچتے رہتے۔ اور اسی کے متعلق علماء سے تبادلہ خیال کرتے رہتے۔ تصنیف کے مراحل سے گذر کر جب کتاب طبع ہونی ہوتی تو آپ کو تسلی نہیں ہوتی تھی جب تک خود پروف نہ پڑھ لیتے۔ طباعت کے آخری مراحل تک مضمون میں مناسب ترمیم فرماتے رہتے

تصنیف کے تسلسل کو ایک ہی چیز روک سکتی

(باقی صفحہ ۳۰ پر)

حاصل مطالعہ

جمال و حسنِ قرآن

(شیخ عبدالقادر — لاہور)

خاتم الکتب — قرآن حکیم حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ۲۳ سال کے عرصہ میں نازل ہوئی. اس کی شان اور عظمت سے گذشتہ انبیاء کو اللہ تعالیٰ خبریں دیتا رہا اور وہ ان پیش خبریوں کو اپنی کتب میں اشارۃً بیان فرماتے اور اس کے نزول کی بشارت دیتے رہے اور انبیاء بنی اسرائیل نے تو اس سے متعلق بڑی کثرت سے بشارات دی ہیں.

انجیل کا آخری نوشتہ جو "مکاشفات یوحنا عارف" کے نام سے مشہور ہے جس میں بیان تو دراصل یوحنا کا ہے مگر حضرت مسیحؑ کے کشوف کی بین السطور جھلک موجود ہے. گویا "اشتراک فی الرؤیا" کا معاملہ ہے. اس میں عالمگیر کتاب قرآن حکیم کے نزول سے متعلق ایک کشف ملاحظہ ہو:-

"پھر میں نے ایک اور فرشتہ کو آسمان کے بیچ میں اڑتے ہوئے دیکھا جس کے پاس زمین کے رہنے والوں کی ہر قوم اور قبیلہ اور اہل زبان اور اُمّت کو سنانے کیلئے ابدی خوشخبری تھی. اور اُس نے بڑی آواز سے کہا کہ خدا سے ڈرو اور اس کی تمجید کرو کیونکہ اس کی عدالت کا وقت آپہنچا ہے اور اسی کی عبادت کرو جس نے آسمان اور زمین اور سمندر اور پانی کے چشمے پیدا کئے"

(مکاشفہ ۱۴/۶-۷)

اس کشف کی صدائے بازگشت ہمیں قرنِ اول کے نصاریٰ کی کتاب غزل میں ملتی ہے جو کہ ۴۲ سریانی غزلوں کا ایک حسین مرقع ہے. اس گلدستۂ غزل میں "البیت العتیق" کی فضیلت کا ذکر بھی شامل ہے. اور ایک آسمانی کتاب کے نزول کی پیشگوئی بھی ہے کہ "آسمانی آقا کا ایک خط بندوں کے نام ہے جس میں ساری نسل انسانی مخاطب ہے جس کا ہر ہر لفظ خدا کی انگلی نے لکھا". یہ نوشتہ ڈیڑھ ہزار سال سے گم تھا اس کا نام تو معلوم لیکن صحیفہ معدوم تھا. تاہم اس کا حوالہ تاریخ میں برابر ملتا ہے. ۱۹۴۷ء میں وادئ

قمران کے غاروں سے ایک فرستادۂ حق (حضرت عیسیٰ علیہ السّلام مراد ہیں) کی ۲۷ عبرانی نظمیں ملی ہیں۔ علماء حیران ہیں کہ عبرانی اور سُریانی نظموں میں اس درجہ مشابہت ہے گویا ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے ہیں

ان سریانی نظموں میں حیرت انگیز باتیں ہیں آسمانی کتاب کے نزول کی پیشگوئی بڑے شاندار طور پر ہے

"خدا کا ارادہ ایک خط کی مانند تھا اس کی تقدیر آسمان سے اُتری اور وہ اس تیر کی طرح بھیجی گئی جو نہایت تیزی سے ترکش سے چھوڑا جاتا ہے۔ یہ خط سر بمہر تھا۔ لوگوں کو یہ اجازت نہیں تھی کہ اس کی مُہر کو کھول سکیں کیونکہ وہ قدرت جو مُہر پر محیط تھی وہ لوگوں کی طاقت سے بہت بڑی تھی۔

بالآخر ایک پہیا نمودار ہُوا وہ اس خط پر قابض ہوگیا۔ اس پر ایک بادشاہت اور سلطنت کا نشان تھا۔ ہر وہ چیز جس نے پہیے کو ہٹانے کی کوشش کی اس کو اس نے ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا"

اس غزل کے آخر میں ہے:-

"یہ خط ایک حکم اور فرمان تھا جس کے مخاطب سارے علاقے تھے ...... یہ خط دراصل ایک بڑی کتاب تھا جس کا ہر ہر حرف خدا کی انگلی کا لکھا ہوا ہے"

(THE LOST BOOKS OF THE BIBLE THE WORLD PUBLISHING COMPANY NEW YORK CITY (1944) PORT II ODES OF SOLOMON ODE NO 23 P. 131, 132)

غزل سلیمان میں جو بشارت درج ہے اس کی تلخیص پیش کی گئی ہے۔ مکاشفات کی پیشگوئی کے ساتھ اسے ملا کر پڑھئے تو ان میں حیرت انگیز مطابقت نظر آئے گی۔ یہ ایک عالمگیر آسمانی کتاب کی پیشگوئی ہے۔ جو حضرت مسیح علیہ السّلام اور حواریان مسیح کے کشوف پر مشتمل ہے۔

سانپ ۔ چند حقائق

ماہِ جنوری سے "سانپ ۔ چند حقائق" کے عنوان سے ایک دلچسپ مقالہ شروع کیا جا رہا ہے۔

اس عنوان سے متعلق قارئین کے ذہن میں جس قسم کا بھی سوال اٹھے ادارہ کو بھجوائیے ان کے جوابات مقالہ کے ساتھ کے ساتھ ملاحظہ فرمائیے ——— (ادارہ)

(تاریخ اسلام کا ایک ورق)

تبلیغِ اسلام کا پہلا مرکز

(جناب حنیف احمد محمود — مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ۔ بدوملہی)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو "داعیًا الی اللہ" یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا قرار دیا ہے۔ آپؐ نے یہ فریضہ اپنی بعثت سے لے کر اپنی وفات تک نہایت ہی خوش اسلوبی سے نبھایا۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ کا حکم فاصدع بما تؤمر ملتے ہی کمربستہ ہو گئے اور لوگوں کو خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچانے لگے۔ مسلسل تین سال کی تبلیغ کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشاعتِ اسلام کے کام کو نہایت منظم طریق پر کرنے کے لئے ایک تبلیغی مرکز کے قیام کی بھی ضرورت محسوس کی۔ چنانچہ آپ نے حضرت ارقم بن ابی ارقمؓ کا مکان مرکز بنانے کے لئے تجویز فرمایا جو کوہِ صفا کے دامن میں ایسی جگہ پر واقع تھا کہ حاجی صفا اور مروہ کی سعی کرتے وقت اس مکان کے سامنے سے گزرتے تھے اس مرکز کے قیام کے بعد تمام مسلمان یہیں جمع ہوتے۔ یہیں نماز پڑھتے، یہیں متلاشیانِ حق آتے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم انہیں اسلام کی تبلیغ فرماتے۔ اسی وجہ سے یہ مکان "دار الاسلام" کے نام سے موسوم ہوا۔ اس کے علاوہ اسے دار ارقم اور دار التبلیغ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس دار التبلیغ میں تین برس تک اشاعتِ اسلام کا فریضہ ادا فرمایا اور ۱۳ نبوی کے آخر تک آپؐ نے اسی مکان میں نومسلموں کی تربیت کا کام سرانجام دیا۔ ہجرت کے وقت حضرت ارقمؓ کو اپنا یہ مکان چھوڑنا پڑا مگر فتح کے بعد مکان دوبارہ ان کے قبضہ میں آگیا۔ چونکہ یہ مقدس مکان تاریخی حیثیت اختیار کر گیا تھا اس لئے حضرت ارقمؓ نے یہ مکان وقف علی الاولاد کر دیا تا وراثت اور خرید و فروخت کے جھمیلوں سے پاک رہے اور

ہر شخص اس کی زیارت کر سکے۔

آنحضورؐ کے اس خاموش تبلیغی مرکز کا ایک بڑا فائدہ یہ تھا کہ مسلمانوں کو نمازوں کی ادائیگی کے لئے مکہ کی مختلف گھاٹیوں، ویران اور سنسان پہاڑوں پر جانے کی ضرورت نہ رہی اور انہیں دینی فرائض بجا لاتے دیکھ کر کفار کے مشتعل ہو جانے کا خطرہ بھی باقی نہ رہا اور قریش مکہ کو یہ احساس بھی نہ ہونے پایا کہ عین وادی مکہ میں ایک ایسی جدید تحریک برگ و بار لا رہی ہے جو ان کے پورے نظام اور ان کی بت پرستی کو تہ و بالا کر کے رکھ دے گی —— اس مرکز کا ایک عظیم فائدہ یہ بھی ہوا کہ نبی اکرمؐ کو جان و مال قربان کر دینے والے عشاق کی تربیت کا موقعہ مل گیا۔

اس دار التبلیغ کے اولین ثمر حضرت عاقلؓ بن ابی بکر اور ان کے بھائی عامر، خالد اور ایاس ہیں اور امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وہ آخری مسلمان ہیں جو دار ارقم میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ کیونکہ آپ کے ایمان لانے سے مسلمانوں کو خاصی تقویت پہنچی اور وہ اس گھر سے نکل کر سارے مکہ میں پھیل گئے۔

ان کے علاوہ جو سعید روحیں آنحضورؐ کے پاک نمونہ اور صداقت کو دیکھ کر اس گھر میں قیام کے دوران ایمان لائیں کتب سیر میں ان کی تعداد ۴۹ بیان ہوئی ہے۔

سیرت سوانح

ایک ماں ۔ ایک بیٹا

(شیخ عبدالماجد ــــــــ لاہور)

ستر سال پیشتر ایک سیدھے سادے ۔ نیک دل نوجوان نے "بی اے" کا امتحان پاس کیا تو اس کے والد نے اسے اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان بھجوانے کا ارادہ کیا۔ نوجوان نہ تو خود دیار غیر میں جانے کا شوقین تھا۔ نہ اس کی والدہ یہ جدائی برداشت کرنے پر تیار تھی ـــــ چونکہ والد کا فیصلہ تھا۔ اور اس کی تعمیل واجب تھی۔ چنانچہ سفر کی تیاری شروع ہوئی مناسب اشیاء کا انتخاب کیا گیا ۔ روانگی کا پروگرام طے پا گیا گیا۔ اور بحری جہاز کا تعین کر لیا گیا۔

بیٹے کو رخصت کرنے کے لئے پروگرام ایسا بنایا گیا کہ والدہ امرتسر تک ساتھ جائیں اور وہاں سے بیٹے کے رخصت ہونے سے پہلے لوٹ آئیں تا بیٹے کو بمبئی کی طرف روانہ ہوتے نہ دیکھیں ۔

چنانچہ یہ مختصر قافلہ امرتسر پہنچا ـــــ والدہ امرتسر ریلوے اسٹیشن پر جب بیٹے سے رخصت ہوئیں تو گاڑی روانہ ہوتے ہی بے ہوش ہو گئیں۔ چند گھنٹے اسی کیفیت میں گزرے ۔ ماں کی محبت اور شفقت کے بے پایاں سمندر کی گہرائی کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ نوجوان کی والدہ کو خدا کے فضل و کرم سے سچے خوابوں اور بشارتوں اور دعاؤں کی قبولیت سے بھی وافر حصہ ملا تھا۔ روحانی اقدار کا اکثر گھر میں تذکرہ رہتا تھا۔ اس لئے انہیں اللہ تعالیٰ پر کامل یقین اور توکل تھا۔ فرقت کا یہ صدمہ ماں کی ممتا کا تھا اور بشری تقاضا ۔

جب یہ نوجوان بمبئی پہنچا۔ الوداع کے لئے والد نے السلام علیکم کہہ کر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ سعادت مند بیٹے نے مصافحہ کیا۔ اور والد واپس جانے کے لئے مڑ گئے۔ ایک سعادت مند ۔ اور خوش اطوار فرزند کی جدائی ان کے لئے شاق تھی ۔ وہ اپنے لخت جگر کو الوداع کہنے اور ایک لمبے بامقصد سمندر پار سفر کے لئے رخصت کرنے کے لئے ساتھ تو آ گئے تھے لیکن مصافحہ کرتے وقت ان کا چہرہ بیٹے کی طرف نہیں تھا۔ معلوم ہوتا ہے ۔ کہ انہیں یہ احساس تھا کہ

اگر انہوں نے لختِ جگر کی طرف دیکھا تو اسے باپ کے چہرے پر شاید ملال اور جدائی کے اثرات نظر آئیں۔ جن کا بیٹے کے دل پر بھی اثر ہو اور ادھر بیٹے کو بھی یہ احساس تھا کہ یہ جدائی باپ پر شاق گذر رہی ہے سیالکوٹ سے روانہ ہونے سے پہلے بھی کبھی کبھی ایسے ہی اثرات ظاہر ہو جاتے تھے۔

بہرحال یہ دونوں باپ بیٹے ایک دوسرے سے رخصت ہوئے۔ باپ نے دل سے اٹھتی ہوئی دعاؤں کے ساتھ بیٹے کو رخصت کیا اور بیٹا ایک نئے عزم کے ساتھ اللہ پر توکّل کرتے ہوئے عازم سفر ہوا۔ انگلستان پہنچ کر یہ پردیسی معصوم نوجوان والدہ کو باقاعدہ خط لکھتا رہا۔ اور تسلی تشفی دیتا رہا۔ ادھر ماں باپ خدا تعالیٰ کے سامنے دامن پھیلائے اپنے بیٹے کی کامیابی و کامرانی کے لئے دن رات دعائیں کرتے رہے اور ان دعاؤں کے نتیجے میں اور اپنے عزم و ثبات نیک نیتی اور محنت شاقہ کے طفیل اللہ تعالیٰ نے اس نوجوان کی محنت بارآور کی اور تین سال کا تعلیمی دور کامیابی کے ساتھ ختم ہو گیا۔

ماں باپ کی شفقت کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ ماں کی ممتا تو ایک بحرِ موّاج ہوتی ہے۔ وطن سے دور ایک بالکل اجنبی ماحول میں اس پردیسی کے لئے یہ امر بہت تسکین کا موجب رہا۔ کہ اس کے والدین صبح و شام۔ دن رات آستانہ الٰہی پر اس کے لئے تضرع اور خشوع سے دست بدعا ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے کمال فضل و رحم سے ان کی عاجزانہ التجاؤں کو شرفِ قبولیت سے نوازا ہے۔ اور ہر لحظہ اور ہر حالت میں اس "معصوم" کی حفاظت فرمائی ہے۔

اس سارے عرصہ میں ــــ بعض دفعہ ایسے حالات میں اور ایسے طور پر اللہ تعالیٰ کی ذرہ نوازیوں کی کیفیت ظہور میں آئی۔ کہ اس پردیسی کا دل تسبیح و تحمید سے بھر جاتا۔ اور وہ بے اختیار سجدت لک روحی و جنانی کا ورد کرنے لگتا۔ کئی بار ایسا ہوا کہ وہ لنڈن کے پُرشور بازاروں میں سے بلند آواز سے تسبیح اور تحمید اور قرآن کریم کی دعاؤں کو وجدانہ کیفیت میں پڑھتا ہوا تیزی سے گزرتا چلا جاتا اس کے باوجود اس کا دل تسلی نہ پاتا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے بیشمار افضال اور اس کی ان گنت عنایتوں کا کچھ بھی شکریہ ادا نہیں ہو سکا۔

تعلیمی دور کے اختتام پر ادھر اس نے وطن واپسی کا پروگرام بنایا۔ اُدھر عالمگیر جنگ کا آغاز ہو گیا۔ ڈاک تار اور ذرائع آمد و رفت کا سلسلہ غیر یقینی ہو گیا۔ بیٹے کا خط انگلستان سے سیالکوٹ پہنچنے میں ایک ہفتہ کی تاخیر ہو گئی۔ لیکن والدہ سے یہ تاخیر بھی برداشت نہ ہو سکی۔ اور بیٹے کا خط نہ پاکر وہ غش کھا گئیں۔ اور اپنے پیارے لختِ جگر کی صحت و سلامتی کے لئے پہلے سے زیادہ دعاؤں میں مصروف ہو گئیں ــــ

بہرحال اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے خوش نصیب ماں کا سعید بیٹا خیر و عافیت سے کامیاب و کامران وطن واپس لوٹا۔ ماں کے دل کی کلی کھل گئی۔ اشکبار آنکھوں سے بیٹے کو دیکھا۔ پیار کیا اور شکرانے کے نفل پڑھے۔ گھر بھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

۱۹۱۴-۱۵ء کے زمانہ میں اس نوجوان نے اپنے والد محترم کے ساتھ وکالت کی مشق شروع کی۔ بعد ازاں سیالکوٹ سے ایک ملازمت کے سلسلہ میں لاہور آیا۔ اور کچھ عرصہ یہاں کی عدالتوں میں مشق کی۔ مشق کرتے ہوئے دو سال بھی نہ گذرے تھے۔ کہ اس کے آقا نے اس کے اخلاص و ایثار اور اپنی بے پایاں شفقت اور عنایت کے تحت اسے اہم معاملے میں "جماعتی نمائندگی" کے قابل گردانا بعد ازاں بھی جو کام اس کے سپرد کیا گیا۔ اُسے وہ بطریق احسن سجا لا کر اپنے آقا کی خوشنودی حاصل کرتا رہا۔ اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بے پایاں فضل سے اُسے ترقی پر ترقی عطا فرماتا رہا۔ ۱۹۱۹ء میں لاء کالج لاہور میں ضابطۂ فوجداری اور رومن لاء پڑھانا اس کے سپرد ہوا۔ یہ سلسلہ پانچ سال یعنی ۱۹۲۴ء تک چلتا رہا۔

اس کے بعد اسے متعدد بار قومی و ملّی خدمات کے سلسلہ میں انگلستان اور دُنیا کے متعدد ممالک میں جانا پڑا۔ اور اس تمام عرصہ میں اس کی مستجاب الدعوات والدہ کی پرسوز دُعاؤں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کا بے انتہا فضل و کرم ہر قدم پر اس کا معین و مددگار رہا۔ اور ساری دُنیا میں اس نابغۂ روزگار شخصیت کے اخلاص علمی استعداد اور قابلیت کا سکّہ بیٹھ گیا۔

یہ مخلص درد مند ایثار پیشہ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی راہوں پر چلنے والا مثالی نوجوان جوانی کی سرحدوں سے نکل کر عمر کی منزلیں طے کرتا ہوا وقت کے ساتھ ساتھ اب عالمی شہرت کا حامل ایک بزرگ ہستی بلکہ عالم اسلام کا درخشندہ ستارہ بن چکا ہے ۔

۷۷ سال کی عمر میں ۱۸ فروری ۱۹۷۰ء کو عالمی عدالت انصاف کا صدر منتخب کیا گیا۔ یہ پہلا ایشیائی صدر تھا اور صحیح معنوں میں ایشیائی تھا کیونکہ مغربی تہذیب اور ثقافت کی اقدار سے بیزار تھا۔ اور جہاں کہیں بھی گیا وہاں کی مسلّمہ شخصیتوں نے علی الاعلان اس امر کا اعتراف کیا کہ یہ شخص صحیح اسلامی اقدار کا حامل ہے۔ اور ٹھیٹھ اسلامی سیرت کا جیتا جاگتا ثبوت۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کی انتہاء نہیں۔ عالمی عدالت کی صدارت کے انتخاب سے ۳۶ سال پیشتر اس کی والدہؓ نے ایک مبشر خواب دیکھا تھا۔ اور یہ مبشر خواب ان کی وفات کے ۳۲ سال بعد اس

انتخاب کے ذریعہ پورا ہوا۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے سیالکوٹ کے مکان میں ہیں۔ کمرے کی کھڑکی کے باہر ایک نہایت دل لبھانے والا کرّۂ نور آہستہ آہستہ کھڑکی کی ایک جانب سے دوسری جانب حرکت کر رہا ہے۔ جب کھڑکی کے عین وسط میں پہنچا۔ تو ایک پُر شوکت آواز آئی۔

"ہوگا چیف جسٹس ظفراللہ خان
نصراللہ خان کا بیٹا"

اور خفیف وقفے کے بعد یہ الفاظ پھر دہرائے گئے۔

"ہوگا چیف جسٹس ظفراللہ خاں
نصراللہ خاں کا بیٹا"

آپ یقیناً سمجھ گئے ہوں گے۔ کہ جس نوجوان کا یہ تذکرہ ہے۔ وہ "پاکستان کا درخشندہ ستارا" "عالم اسلام کا عظیم ہیرو"۔ "احمدیت کا فرزند جلیل" — چوہدری محمد ظفراللہ خاں ہیں۔

محمد ظفراللہ خاں — عصر حاضر کی ایک ایسی عظیم المرتبت شخصیت کا نام ہے جس کی ذات میں گوناگوں صفات مرتکز ہیں۔ ایک طرف اُسے ہم عالمی عدالت کی کرسئ صدارت پہ رونق افروز پاتے ہیں اور پھر اقوامِ متحدہ کے صدر کی حیثیت سے مصروفِ عمل دیکھتے ہیں۔ تو دوسری طرف وہ خدا کے ذوالعرش کے سامنے سراسر التجا بن کر قرآن حکیم کی گہرائیوں میں ڈوب کر مطالبِ قرآن کو دُنیا کے سامنے پیش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں — آپ نے قرآن مجید کا رواں انگریزی زبان میں ترجمہ کیا۔ جو دُنیا میں اشاعتِ اسلام کی مہم میں ممد و معاون ہے — حج کعبۃ اللہ کے لئے گئے۔ تو ایک عاشق زار بن کر — فضائل حج پر ایک کتابچہ لکھا۔ جو رودادِ عشق و محبت کا حسین و جمیل مرقع ہے۔ وہاں سے لوٹے تو محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ پیار کا یوں اظہار کیا۔ کہ شمائل ترمذی کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا۔ جسے پڑھ کر روحانی وجد و سرور حاصل ہوتا ہے — پھر احادیث کے ایک خوبصورت مجموعہ ریاض الصالحین کا انگریزی ترجمہ اشاعت پذیر ہوا۔

یہ عظیم انسان جب دنیا کے محلات میں ہوتا ہے تو دنیا کے بڑے بڑے لیڈر اس کے سامنے تعظیم سے کھڑے نظر آتے ہیں۔ لیکن جب ربوہ کی فضاؤں میں آتا ہے تو اپنے پیارے امام کے سامنے جھکا ہوا نظر آتا ہے۔

الغرض یہ عالمی شہرت کی شخصیت قرآن۔ اسلام۔ احمدیت اور انسانیت کی خدمت کے لئے وقف ہے۔ ان کی خود نوشت سرگزشت "تحدیث نعمت" کے نام سے موسوم ہے۔ اس کی مدد سے اس قابلِ قدر شخصیت کی زندگی کے چند گوشے قارئین خالد کے سامنے پیش کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے اس پاک اور مخلص انسان کو قائم دائم رکھے۔ اور ہر آن اس کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین۔

علم و ادب

پس اے احمدی نوجوانو! آؤ اور اس چمنستان کی وادیوں میں گھوم کر دنیا کو نئے علوم سے آشنا کرو۔ اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی تعمیر میں حصہ لے کر اقوامِ عالم کو علم و عرفان کے وہ خزانے عطا کرو کہ حجاز اور بغداد اور قرطبہ اور قدس اور مصر کی یادگاریں زندہ ہو جائیں۔ تا دُنیا تم پر فخر کرے اور آسمان تم پر رحمت کی بارشیں برسائے۔ اور آنے والی نسلیں تمہاری یاد سے امنگ اور ولولہ حاصل کریں۔ اے کاش کہ ایسا ہی ہو۔"

(حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ——— الفضل ۲۶ ردسمبر ۱۹۵۸ء)

اسلامی کتب خانے

مسلمان اور علم

محترم محمد شفیق قیصر مرحوم کا مقالہ "شاہد" بعنوان "اسلامی کتب خانے" کی تلخیص کا سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے۔ زیر نظر مضمون پہلے حصہ کی تلخیص پر مشتمل ہے جس کے لئے ادارہ خالد عزیز بشارت الرحمٰن جامعہ احمدیہ ربوہ کا ممنون ہے۔ فجزاہ اللہ خیر الجزاء۔

یہ بڑے فخر سے کہا جا سکتا ہے کہ مسلمان وہ پہلی قوم تھے جنہوں نے بخلاف دیگر اقوام کے صفحۂ عالم پر نمودار ہونے کے ساتھ ہی سرعت و مستعدی سے ممالک اور اقوامِ عالم کو جس قلیل مدت میں زیر نگیں کر لیا۔ اس سے بھی قلیل مدت میں انہوں نے علوم کی نشأۃ ثانیہ کی بیش بہا خدمات سر انجام دیں۔

مسلمانوں نے اسلامی تعلیمات کے بادۂ تند و تیز سے سرشار ہو کر غیر اقوام کے علوم و فنون کی طرف توجہ دی اور انہیں جانچا پرکھا اور ان کا

کھرا کھوٹا معلوم کیا اور اس کے علاوہ بیسیوں قسم کے علوم و فنون ایجاد کئے۔ کتاب اور حصولِ علم کا چولی دامن کا ساتھ ہے مسلمانوں کو علوم و فنون سے جس قدر عشق اور تعلق تھا اسی قدر انہوں نے "محبوبانِ کتب" کی غور و پرداخت اور ان کی دیکھ بھال کا خیال رکھا۔

مسلمانوں کے علمی و فنی کارناموں پر مشرق و مغرب کی زبانوں میں کافی مواد جمع ہو چکا ہے۔ اور اسلامی عہد کے اس زرین دور پر بہت سی کتابیں دنیا کی مختلف زبانوں میں لکھی جا چکی ہیں۔ جن میں ہمارے اسلاف کی کارگزاریوں کی تفصیلات مل سکتی ہیں اس سلسلہ میں ان کے علمی ذوق کی داستان بہت پُر لطف اور دلچسپ بلکہ بڑی حد تک سبق آموز اور عبرت انگیز ہے اسی داستان کا ایک باب وہ لاتعداد کتب خانے ہیں جو اسلامی عہد حکومت میں بلادِ اسلامیہ میں قائم ہو گئے تھے اور وہ زمانہ ایسا تھا کہ آج کی مدعی یورپ کی تہذیب ان کتب خانوں کے نام سے بھی ناآشنا تھی۔

اسلامی عہد میں کتب خانوں کی تاریخ مسلمانوں کی ذہنی ترقی اور علمی نشو و نما کی تاریخ ہے۔ جس کا جاننا ہر مسلمان کے لئے اور خصوصاً حضرت "سلطان القلم" کے متبعین کے لئے از حد ضروری ہے۔ اگرچہ بادی النظر میں سوائے عہد ماضی کی ایک خوشگوار یاد کے اس میں اور کوئی فائدہ معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اندر ہمارے لئے موعظتیں اور عبرتیں پنہاں ہیں جو ہمارے موجودہ جمود اور غفلت کے لئے تازیانہ عبرت ثابت ہونگی۔

ظہور اسلام سے قبل کا زمانہ دورِ جاہلیت کے نام سے موسوم ہے۔ یہ تاریک عہد جس میں دیگر معاشرتی برائیوں کے ساتھ ساتھ علم و عمل کا بھی فقدان تھا دو حصّوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

اوّل: دورِ جاہلیت اولیٰ۔

دوم: دورِ جاہلیت ثانیہ۔

پہلا دور جو "دورِ جاہلیت اولیٰ" کے نام سے موسوم ہے۔ زمانہ قبل از تاریخ سے شروع ہو کر پانچویں صدی عیسوی میں ختم ہوتا ہے۔ اس دور میں عربی زبان کی تدوین ہی نہ ہوئی تھی چہ جائیکہ کسی کتب خانہ یا کتاب کا سراغ ملتا۔ یہ شرف تو اللہ تعالیٰ نے کسی اور وقت کے لئے مقدر کر رکھا تھا۔ اور اس دور کی کوئی چیز یا تحریر ملی ہے تو وہ ایک کتبہ ہے جو امرؤ القیس بن عمرو المتوفی ۳۲۸ء کی قبر سے متعلق ہے۔ جس میں پانچ سطریں قدیم عربی زبان میں لکھی ہوئی ملی ہیں۔

دوسرا دور ۵۰۰ء سے شروع ہو کر نیّرِ اسلام کی تابندگی پر ختم ہو جاتا ہے اگرچہ یہ دور مذہبی اور اخلاقی لحاظ سے بڑی تاریکی کا دور ہے مگر اس دور میں عربی نے خاص ترقی کی اور وہ اس قدر سدھری کہ فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے اہل عرب اپنے علاوہ دوسروں کو عجمی (گونگے) قرار

دبنے لگے۔ تاہم اس دور میں بھی زبان کے نکھار کے
باوجود کوئی تحریری سرمایہ معرض وجود میں نہ آسکا۔
جس کی ایک وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں کو اپنے قوی
حافظہ پر بڑا ناز تھا اور اسی بناء پر پشت با پشت
سے ادبی سرمایہ اپنے ذہنوں میں منتقل کئے
ہوئے تھے۔ اور اپنی اُمیت کے باعث اسے
صفحہ قرطاس پر لانے سے قاصر تھے۔ اگرچہ یہ لوگ
اُمی تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں عجیب تیز اور
ذکی طبائع سے نوازا تھا۔ ان کا ادبی سرمایہ (جو
ظہور اسلام کے بعد لکھا گیا) ان کی فصاحت و
بلاغت، عالی ذوقِ سلیم اور ذہانت کا آئینہ دار
ہے۔ پھر دورِ جاہلیت کے یہ کھردرے موتی اسلام
کے سانچے میں ڈھلے کہ [illegible] گوہر نایاب ہوئے
کہ ادبِ عالم میں کوئی ان کا پاسنگ بھی نہ
ہو سکا۔

اس عہد کا کتابی سرمایہ سوائے سبع
معلقات یا چند اوراق بائبل کے ترجمہ کے اور
کچھ نہیں۔

اسلام نے عربوں کی مذہبی، اخلاقی، سیاسی
حالت کی ایسی اصلاح کی کہ اس سے بہتر حالت کا
تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ایک طرف اسلام
نے ان کو تمام عالم کا ہادی و راہنما بنا دیا، تو
دوسری طرف انکے مذہبی اور روحانی قوتوں کو راہ
راست پر لگا کر انہیں اقوام عالم میں ممتاز
مقام دلوایا۔ ایک طرف وہ وحشیوں کے درجہ سے
ترقی کر کے بہترین قوم اور خیر الامم کے لقب سے
ملقب ہوئے تو دوسری طرف تاریکی و جہالت سے
نجات پا کر انہوں نے علم و فضل کا اطراف عالم میں
ایسا ڈنکا بجایا کہ تمام غیر اقوام مرعوب و مبہوت
ہو کر رہ گئیں۔

عرب قوم قرآن کریم کی اولین مخاطب تھی
نزول قرآن سے قبل وہ جاہل تھے (وہ کتاب کی
بجائے کتیبہ یعنی لشکر سے واقف تھے) انہیں کچھ
پتہ نہ تھا کہ تاریخ کس علم کا نام ہے یا صرف و نحو
کونسے علوم ہیں یا فقہ و اصول فقہ کس چیز کا نام
ہے۔ لیکن جب قرآن کریم پر ایمان لانے کی سعادت
سے بہرہ ور ہوئے تو قرآن کریم کی وجہ سے انہیں
ان تمام علوم کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ مثلاً
جب انہوں نے قرآن کریم میں پہلے انبیاء کا ذکر
پڑھا تو قرآن کریم کی صداقت کو ثابت کرنے کے
لئے انہوں نے گذشتہ واقعات کی چھان بین کی
اور اس طرح علم تاریخ ایجاد ہوا۔

اور جب قرآن عجمی اقوام کے ہاتھ میں پہنچا
تو عربی سے ناواقفیت کی وجہ سے قرآن کے اعراب
میں غلطیاں ہونی شروع ہوئیں، جن کی اصلاح کے
لئے قواعد عربی کی تدوین کا احساس ہوا اور اس
طرح صرف و نحو کا علم ایجاد ہوا۔ اور اسی طرح علم
لغت، فقہ، اور بلاغت کے علوم معرض وجود میں
آئے۔

غرض یہ علوم جو یکے بعد دیگرے دنیا میں ظاہر

ہوئے محض قرآن کریم کے طفیل اور اسی کی تائید کے سے ظاہر ہوئے اور یہ اس لئے بھی کہ اسلام ہی وہ پہلا مذہب ہے جس نے علم کی فضیلت پر زور دیا اور جہالت کی مذمت بیان کی اور تحصیل علم کو [illegible] لازمی قرار دیا۔ علم کے فضائل اور اس کی تحصیل کے بارہ میں آیات قرآنی کے علاوہ حدیث میں بھی بڑی تاکید بیان ہوئی ہے۔ انہی احکام کی بدولت مسلمانوں نے طلب و تحصیل علم کو اس قدر اہمیت دی کہ وہ دنیا میں اس سے زیادہ کوئی اہم کام نہیں سمجھتے تھے۔

علم کو انہوں نے اپنا اوڑھنا اور بچھونا بنا لیا اور اس کی تلاش و جستجو میں وہ شہر شہر اور قصبہ قصبہ مارے مارے پھرتے تھے۔ اسی علم کی خاطر انہوں نے اپنے گھر بار اور وطن مالوف کو خیرباد کہا اور اپنی تمام عمر اسی کے پیچھے صرف کر دی جس طرح مسلمانوں نے اپنے تئیں علم کا گرویدہ بنایا اور علمی شغف اور طلب علم کے لئے اپنے تئیں وقف کر دیا اس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ جہاں طلب علم کے اسی جذبہ نے [illegible] گویا ان تمام اقوام کو جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا [illegible] کا ایسا گرویدہ بنا دیا کہ وہ کتابیں پڑھنے جمع کرنے اور لکھنے میں اپنی زندگی کا بہترین حصہ صرف کرنے لگے۔ اور ان میں حصول علم کا ذوق و شوق اس قدر ترقی کر گیا اور انہوں نے اپنی ترقی کا دامن اس قدر پھیلایا کہ مشہور عیسائی مورخ جرجی زیدان کا بیان ہے مسلمان، کلدانیوں، مصریوں، ایرانیوں یونانیوں اور ہندیوں کے تمام علوم کے وارث ہو گئے۔ اور انہوں نے ابتدائے عہد تمدن سے لے کر اپنے دور عقل و نقل تک وہ تمام علوم و فنون اپنی زبان میں منتقل کر لئے جنہیں عقل انسانی انتخاب کر سکتی تھی۔

انہوں نے مزید لکھا:-

مسلمانوں نے اس وقت کے تمام علوم و فنون، فلسفہ، طب، نجوم، ریاضی، ادب، تاریخ وغیرہ کو جو تمام اقوام عالم میں رائج تھے اپنی زبان میں لے لیا اور ان متمدن قوموں میں سے کسی کو نہ چھوڑا جس کی زبان سے عربی میں کتابیں نہ ترجمہ کی ہوں۔

پھر لکھتے ہیں:

مسلمانوں نے یہ تمام علمی ذخیرہ صرف ڈیڑھ صدی میں جمع کر لیا تھا جبکہ اہل روما پوری چار صدیوں تک بھی یونانی علوم کو نقل نہ کر سکے تھے۔ یہ مسلمانوں کی عجیب خصوصیت ہے جو دنیا کی کسی اور قوم میں نہیں ہے انہوں نے اپنے تمدن کے تمام اسباب حیرت انگیز عجلت کے ساتھ مہیا کر لئے تھے۔

مسلمانوں کے ان علمی کمالات اور ثقافتی سرگرمیوں کے غیر اپنے اور بیگانوں سے خراج تحسین لے رہے ہیں۔ اس بارہ میں ایک ہندو فاضل ڈاکٹر سری رائے صاحب کی شہادت

(باقی صفحہ ۲۴ پر)

ــــــ دیس بدیس ــــــ

جاپان

(جناب مغفور احمد منیب شاہد ــــ مبلغ جاپان)

جاپان چار بڑے جزیروں ہکائیدو، ہونشو، شکوکو اور کیوشو اور ان کے ساحلوں کے قریب واقع سینکڑوں چھوٹے چھوٹے جزیروں پر مشتمل ہے۔ جزیروں کا یہ ملک ایشیا کی سرزمین کے شمالی مشرقی ساحل کے قریب شمالاً جنوباً پھیلا ہوا ہے۔ اور اس کا کل رقبہ ۳۷۷۴۸۳۵ مربع کیلومیٹر ہے۔ جاپان کے اہم جزیرہ ہونشو میں ملک کے مرکزی شہر یوکو ہاما، کیوٹو، اوساکا اور دارالحکومت ٹوکیو واقع ہیں۔

جزائر جاپان منطقہ معتدلہ میں واقع ہیں۔ یہاں بھی پاکستان کی طرح سال میں چار ہی موسم ہوتے ہیں۔ گرمی۔ خزاں۔ سردی۔ بہار اور ان چاروں موسموں میں نمایاں فرق ہوتا ہے یعنی ہر سال تیز دھوپ بھی چمکتی ہے اور بارش بھی خوب ہوتی ہے۔ سردیوں میں شمالی علاقوں میں شدید برف باری ہوتی ہے۔ ٹوکیو میں فروری سب سے سرد اور اگست سب سے گرم مہینہ ہوتا ہے۔

جاپان کی تقریباً اسّی فی صد سرزمین پہاڑی علاقوں پر مشتمل ہے۔ اور سب سے مشہور پہاڑی فوجی ہے۔ یہ پہاڑ ۳۷۷۶ میٹر (۱۲،۳۸۹ فٹ) بلند ہے۔ جاپان میں قدرتی وسائل کی شدید کمی ہے۔ اس لئے تمام قسم کا اہم خام مال بہت زیادہ درآمد کیا جاتا ہے جس میں تیل، کوئلہ، کچا لوہا، روئی، اون اور گندم وغیرہ شامل ہے۔

جاپان کی آبادی جنوری ۱۹۷۵ء کے مطابق گیارہ کروڑ تین لاکھ ہے۔ اس طرح آبادی کے لحاظ سے جاپان چین، بھارت، روس، امریکہ اور انڈونیشیا کے بعد دنیا کا چھٹا سب سے بڑا ملک ہے

۱۹۷۴ء میں تقریباً ستر فیصد جاپانی شہری دیہات میں رہائش پذیر تھے۔ دیہات میں رہنے والے زیادہ تر لوگوں کے پاس زندگی کی جدید سہولتیں دیکھنے میں آتی ہیں۔ گھروں میں ٹیلیویژن سیٹ۔ کپڑے دھونے کی مشین۔ ریفریجریٹر موجود ہیں۔ بہت سے لوگوں کی ذاتی کاریں بھی موجود

ہیں۔ پورے جاپان میں ۱۹۷۴ء میں ۹۰،۶ فیصد لوگوں کے پاس اپنے ٹی۔ وی سیٹ موجود تھے۔ اسی طرح ۹۷،۷ فیصد گھروں میں کپڑے دھونے کی مشین تھی۔ ۹۶،۵ فیصد لوگ ریفریجریٹر رکھتے تھے۔ اور ۹۰،۶ فیصد گھروں میں صفائی کرنے کی مشین موجود تھی۔

جاپان کے موجودہ شہنشاہ ہیرو ہیٹو شاہی خاندان کے ۱۲۴ ویں حکمران ہیں۔ اور یہ خاندان گذشتہ کئی صدیوں سے تسلسل کے ساتھ حکمرانی کرتا چلا آرہا ہے۔ جاپان کے دستور کے مطابق شہنشاہ مملکت اور عوام کے درمیان اتحاد کی علامت ہیں۔

شہنشاہ کی سالگرہ ۲۹ اپریل ہے۔ اس روز سارے ملک میں عام تعطیل ہوتی ہے۔ اور اسے قومی دن کے طور پر منایا جاتا ہے۔ جاپان میں صرف شاہی خاندان کے افراد کو اعزازی خطابات حاصل ہیں۔ شہنشاہ کی صاحبزادیاں جو سب کی سب شادی شدہ ہیں شادی کے بعد شاہی خطابات کی حقدار نہیں رہتیں۔

جاپان۔ کا قومی پرچم سفید ہے جس پر خالص سرخ رنگ کا دائرہ ہے۔ جاپانی پرچم کو "ہینو مارو" کہا جاتا ہے۔ جاپان کے قومی ترانے کا عنوان "کیمی گایو" ہے جس کے معنی ہیں ہمارے شہنشاہ کا عہد حکومت۔

جاپان میں جمہوری طرز حکومت ہے۔ ملک کا موجودہ آئین ۳ مئی ۱۹۴۷ء کو نافذ کیا گیا تھا۔ اعلیٰ ترین قانون ساز ادارہ پارلیمنٹ ہے جسے عوام براہ راست منتخب کرتے ہیں۔ ملک کی انتظامیہ کا سربراہ وزیر اعظم ہوتا ہے۔ ملکی نظم و نسق کو بہتر طور پر چلانے کے لئے جاپان کو ۴۷ علاقوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ تمام علاقوں، شہروں، قصبوں اور گاؤں میں مقامی اسمبلیاں ہوتی ہیں۔ ان اسمبلیوں کے ارکان اور سربراہ مقامی لوگ براہ راست منتخب کرتے ہیں۔

جاپان ایک صنعتی ملک ہے جہاں جدید ترین انداز کی بڑی بڑی فیکٹریاں اور کارخانے ہیں۔ جن میں ہزاروں لوگ کام کرتے ہیں ۱۹۷۳ء میں جاپان میں فی کس سالانہ آمدنی ۳۰۲۰ امریکی ڈالر تھی۔

جاپان کی معیشت میں زراعت کا بھی کافی حصہ ہے۔ ۱۲ فی صد لوگوں کے گذر بسر کا انحصار کاشت کاری پر ہے۔ جاپان کی اہم ترین زرعی پیداوار چاول ہے اور اس کے بعد گندم اور جَو۔ سبزیاں بھی کافی مقدار میں کاشت کی جاتی ہیں۔

جاپان کے چاروں طرف سمندر ہے۔ ان میں ہر قسم کی مچھلیاں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ اور بہت سے ممالک کو مچھلیاں برآمد بھی کی جاتی ہیں ۱۹۷۲ء کے ایک اندازے کے مطابق ایک عام جاپانی نے سال بھر میں ۳۴،۳ کیلوگرام مچھلی اور ۱۵،۴ کیلوگرام گوشت کھایا۔

جاپان آج دُنیا کا اہم ترین صنعتی ملک ہے۔ بڑی بڑی فیکٹریاں بھی بہت ہیں اور چھوٹی چھوٹی فیکٹریاں بھی جو گھر گھر قائم ہیں۔ یہاں کاریں بہت وسیع پیمانہ پر تیار ہوتی ہیں چنانچہ ۱۹۷۳ء میں ستر لاکھ اسی ہزار کاریں ٹرک بسیں بنائی گئیں۔ جاپان دُنیا میں سب سے زیادہ موٹر سائیکلیں تیار کرتا ہے۔ گھروں میں استعمال ہونے والی اشیاء مثلاً ریفریجریٹر، کپڑے دھونے کی مشین، گھر کی صفائی کی مشینیں، بجلی کے پنکھے ائرکنڈیشنروں کی پیداوار میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔

جاپان کے لئے بیرونی تجارت بہت اہم ہے خام مال درآمد کر کے تیار شدہ اشیاء برآمد کرتا ہے۔

گذشتہ بیس برس کے دوران جاپان میں غیر معمولی صنعتی و معاشی ترقی کے ساتھ ساتھ فنی معیار اور سائنسی ترقی میں بھی اضافہ ہوا ہے جاپان کی شنکن سین (SNINKANSEN) ریلوے دُنیا کی سب سے تیز رفتار سپر ایکسپرس ریل گاڑیاں ہیں۔ جن کی زیادہ سے زیادہ رفتار ۲۵۰ کیلو میٹر فی گھنٹہ ہے۔

جاپان میں تمام بچوں کے لئے پہلے نو سال تک تعلیم مفت ہے۔ ہر بچے کے لئے لازم ہے کہ وہ چھ سال تک پرائمری سکول میں جائے اور تین سال ثانوی تعلیم حاصل کرے۔ بچوں کے سکول عام طور پر صبح ۸ بجے کھلتے اور سہ پہر تین بجے بند ہوتے ہیں۔ لیکن ہفتے کو دن کے ۱۲ بجے چھٹی ہو جاتی ہے۔ ہائی سکول کا نصاب تین سال کا ہوتا ہے اور یونیورسٹی کا چار سالہ۔ تقریباً تمام یونیورسٹیوں اور دوسرے سکولوں میں مخلوط تعلیم رائج ہے۔

جاپان میں مکانات کی وضع قطع اور طرز تعمیر آج بھی وہی روایتی ہے جو قدیم جاپان میں ہوتی تھی۔ البتہ اب جدید زندگی کے تقاضوں اور رہن سہن کی ضرورت کے پیش نظر اس میں کچھ تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ جاپانی طرز کے مکان کا ایک ہی کمرہ مختلف مقاصد (طعامگاہ خواب گاہ، بیٹھک اور دارالمطالعہ وغیرہ) کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کا بڑا سبب یہ ہے کہ جاپان میں زمین کم ہے اس لئے زمین کو زیادہ سے زیادہ مصرف میں لایا جاتا ہے۔

جاپان کے آئین کے تحت ملک میں ہر مکتب فکر کے لوگوں کو مکمل مذہبی آزادی دی گئی ہے۔ اس وقت جاپان میں تین بڑے مذاہب ہیں۔ بدھ مت۔ شنٹو ازم اور عیسائیت۔

جاپان کے لوگ ہر قسم کی کھیلوں میں شریک ہونا پسند کرتے ہیں۔ آج کل یہاں نوعمروں اور بالغوں میں سب سے زیادہ مقبول کھیل بیس بال ہے۔ والی بال۔ ٹیبل ٹینس اور پیراکی بھی جاپان میں بہت مقبول کھیل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی رگبی، فٹ بال اور باسکٹ بال بھی روز بروز

طالب علموں اور نوجوانوں کے پسندیدہ کھیل بنتے جا رہے ہیں۔ ان کے علاوہ جاپان کے روایتی کھیل بھی لوگوں میں بے حد مقبول ہیں۔ ان میں سومو، جوڈو اور کینڈو شامل ہیں۔

جاپان میں قومی دن کے طور پر سال نو۔ یوم بانیان۔ یوم پیدائش شہنشاہ۔ یوم آئین۔ یوم اطفال۔ یوم احترام بزرگان۔ یوم ثقافت۔ مزدوروں کا یوم تشکر وغیرہ کی تقریبات بڑے جوش وخروش سے منائی جاتی ہیں۔

بقیہ اسلامی کتب خانے از صـ ۲۰

بھی بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے ۷ رفروری ۱۹۲۶ء کو جامعہ ملیہ کے دوسرے جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر اسلامی تہذیب اور قومی تعلیم کے عنوان سے خطبہ پڑھا جس میں بتایا۔

اگرچہ میں خود مسلمان نہیں ہوں لیکن اسلام نے علوم وفنون کے میدان میں جو بازی جیتی ہے اس کو سوچتا ہوں تو میرا ایشیائی دل فخر و مسرت سے پھول جاتا ہے۔"

پھر اسلام کی علمی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا۔

جب یورپ کی دنیا بربریوں کے حملوں سے زوال پذیر ہو کر ناگفتنی تاریکی کے گڑھے میں جا پڑی تھی اگر اس وقت اسلام کمک کو نہ پہنچتا اور اعلیٰ علوم کی تخم ریزی کر کے اس کی پوری پرداخت نہ کرتا اور حق وحریت کی جان بخش آب وہوا میں ان کی تربیت کر کے انہیں پھلنے پھولنے نہ دیتا تو میں پوچھتا ہوں کہ آج دنیا کہاں ہوتی اور تہذیب جدید کا نشان کہاں ملتا۔

(اسلامی تہذیب اور قومی تعلیم)

(شخصیات) (طارق احمد بٹ — کراچی)

شام کا نابینا شاعر اور فلاسفر

ابو العلاء المعری

شامی عربوں میں دسویں صدی ہجری میں ایک فلاسفر پیدا ہوا۔ جو جلد ہی صف اول کے شاعروں میں شمار ہونے لگا۔ اور خالق ادب تسلیم کیا گیا اور جدید عقلیت کا پیش رو ثابت ہوا۔

اس فلاسفر اور شاعر کا نام ابو العلاء المعری تھا۔ آپ ۹۷۳ء میں شام کے شہر "الیپو" کے قریب ایک چھوٹے سے گاؤں میں پیدا ہوئے۔ چار سال کی عمر میں چیچک کی وجہ سے بائیں آنکھ کی بینائی جاتی رہی اور جب آپ پانچ برس کے ہوئے تو دونوں آنکھوں کی بینائی سے محروم ہو گئے۔

سن شعور تک پہنچنے پر معری نے اپنے باپ سے زبانی طور پر علم حاصل کرنا شروع کیا۔ جو کہ اس وقت مروجہ ذریعہ تعلیم تھا۔ بعد میں انہیں الیپو کے ایک مدرسہ میں داخل کر دیا گیا۔ یہاں متعدد کتب خانے تھے۔ جہاں وہ اپنا زیادہ وقت گزارتے۔ کچھ عرصہ بعد انطاکیہ (ANTIOH) طرابلس، جو اب لبنان میں شامل ہے، اور لاطاکیہ (LATAKIA) کے شہروں کے لئے عازم سفر ہوئے۔ جہاں مختلف کتب حفظ کیں۔

۲۵ برس کی عمر میں ابو العلاء ایک منفرد شاعر۔ گرائمر دان اور متبحر عالم کی حیثیت سے زبان زد عام تھے۔ اس کے باوجود علم حاصل کرنے کی بے پناہ جستجو تھی۔ چنانچہ وہ شام کے صحراؤں کو پار کر کے اس دور کے عظیم مرکز علم "بغداد" میں جا بسے۔ بغداد اس زمانہ میں عربی ثقافت کا مرکز تھا۔ ہارون الرشید اور الف لیلہ کی روایات کے اس شہر میں علمی اور ثقافتی حلقوں کی طرف سے معری کا تحسین و آفرین کے نعروں سے استقبال کیا گیا۔

اس زمانہ میں رواج تھا کہ اگر کوئی شاعر حاکم وقت کی تعریف میں قصیدہ یا مدح خوانی کرتا تو اسے مال و دولت سے مالا مال ہونے کی قوی امید ہوتی تھی۔ معری نے اس قسم کی خوشامد کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا۔ افلاس گوارا کر لیا لیکن کسی کی شان میں روایتی اور جھوٹا قصیدہ نہ لکھا۔ بلکہ کہا:۔

"جھوٹ ایک عریاں ستارے کی مانند نظر آتا رہتا — لیکن حق اپنے

نہ تو چہرہ کو نقاب میں چھپائے رکھتا جب میں بے سود باتیں کرنے لگتا تو اپنی آواز بلند کر لیتا مگر جب سچ بولنے لگتا تو میرے ہونٹ صامت ہو جاتے"

بغداد میں قیام کے دو سال بعد والدہ کی بیماری کی خبر ملی۔ آپ نے واپس گھر جانے کا ارادہ کیا۔ آپ کی روانگی پر اہل بغداد کی آنکھیں پُرنم تھیں۔ دوران سفر ہی والدہ کی وفات کی خبر مل گئی جس پر انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ اب وہ باقی زندگی آبائی گاؤں میں گوشہ نشین ہو کر گزار دیں گے۔

گھر پہنچ کر وہ آرام بھی نہیں کر پائے تھے کہ شام اور عالم عرب سے صاحب علم لوگ جوق درجوق ان کے پاس حاضر ہونے شروع ہو گئے تاکہ معری کے دماغ میں جنم لینے والے خیالات کو کاغذ پر منتقل کر سکیں۔ آپ کی غربت کو دیکھتے ہوئے کئی لوگوں نے مالی امداد کی پیشکش کی مگر آپ نے سختی سے انکار کر دیا۔ اور سالانہ تیس سونے کے دیناروں کے وظیفہ پر گزر اوقات کی۔ جس میں سے نصف دینار وہ خادم خانہ کو دے دیتے اور بقیہ رقم پر قناعت کرتے۔ اپنی اس حالت کو ابوالعلاء نے یوں بیان کیا ہے۔

"رات کو علم کی شمع کون روشن کرتا ہے۔ ماسوا اس کے جو عزت و ناموری کا بھوکا ہو ــــ انسان کو زندگی بسر کرنے کے لئے صرف ان چیزوں کی ضرورت ہے ــــ ایک قمیض، سیر شدہ پیٹ اور اچھی صحت"

ابوالعلاء کا لباس صرف ایک کھردری سی قبا تھی۔ غذا جو اور سبزیوں پر مشتمل تھی گوشت پسند نہ تھا

ابوالعلاء اسّی برس تک زندہ رہے اس دوران وہ اپنے کاتبوں کو اپنے تبحر علمی سے بہت کچھ املا کراتے رہے۔ ابوالعلاء کی ذہانت کا نچوڑ آپ کے "مکتوب معانی" میں ہے۔ جو عربوں اور یورپی مستشرقین کے نزدیک "ڈانتے" (DANTE) کی المیہ خداوندی کا پیشرو اور ابتدائی نمونہ ہے۔

لیکن افسوس کہ اس عظیم شاعر اور فلسفر کا دماغ آخری عمر میں الحاد کی طرف جھک گیا۔ اور اس نے قرآن پاک کا جواب بھی لکھ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج تاریخ کے صفحات ابوالعلاء کے نام سے محروم ہیں۔

بہرحال وہ ایک بڑا شاعر تھا۔ ذیل میں ابوالعلاء کے چند اقوال درج ہیں۔ شاید یہ اقوال اس کی بلند قدری متعین کر سکیں۔

۰۔ فی الحقیقت مذہبی وہ ہے جو برائی سے نفرت کرتا اور معصومیت کی صدری

اوڑھے رہتا ہے

○— ہمارے نوجوان اپنے باپ کے ایمان کے وارث ہوتے ہیں۔ عقل انہیں مذہبی اور ایماندار نہیں بناتی بلکہ اس کے اعزہ و اقربا۔

○— ہر گذرے لمحے کو ایسا جانو، گویا یہ اس زندگی کا دھاگا تھا جو ٹوٹ گیا۔

○— مصائب کا مقابلہ سینہ تان کر کرو۔ کیونکہ آخر کار ہر چیز ایک دن پرسکون ہو جائے گی۔ جیسے دہکتا کوئلہ پانی میں گرتا، ڈوبتا اور سطح پر واپس آ جاتا ہے۔

○— جھوٹ نے تمام دنیا کو جہنم زار بنا دیا ہے۔ ان لوگوں کو سچے دوست نہ جانو جو لوگوں کو فرقوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ مذہب یہ ہے کہ انصاف کا دامن تھامے رہو۔ ہر ایک سے برابر کا سلوک کرو۔

○— جو نفرت کا معتقد ہے وہ بے مذہب ہے۔

○— جو روتا ہے اور آہیں بھرتا ہے اس کی مدد کرو۔ جو مسکراتا ہے۔ اُسے پوچھو کہ کیوں مسکراتے ہو؟ ہمیں ابھی اپنی منزل پر جانا ہے۔

○— نیکی کرو۔ کیونکہ نیکی صرف کرنے کیلئے ہے صلہ کے لئے نہیں۔

○— سب کچھ جاننے کے باوجود ہم اس بچے کی طرح ہیں جو حروفِ تہجی سیکھ رہا ہو۔

○— جب کوئی اندھا تمہارے پاس سے گزرے تو اس پر رحم کرو۔ اور یقیناً جان لو کہ تم سب اندھے ہو۔ باوجودیکہ تمہاری آنکھیں ہیں اور تم دیکھ سکتے ہو۔

ہر احمدی چوٹی کا آدمی بنے

(مرسلہ:۔ مکرم روشن دین صاحب ربوہ)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں :۔

"میں دوسرے نوجوانوں کو بھی توجہ دلاتا ہوں کہ ان کو بھی اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنا چاہیئے اور خدمت اسلام کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنا چاہیئے۔ دنیا میں اعداد و شمار کا مقابلہ ذہانت ہی کر سکتی ہے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ:۔ کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ کہ کئی گروہ ایسے ہوتے ہیں جن کی تعداد تھوڑی ہوتی ہے لیکن بوجہ ہمت اور ذہانت کے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کثیر التعداد گروہوں پر غالب آجاتے ہیں۔ اگر ہمارے نوجوان اچھی طرح محنت کریں اور کوشش کر کے اعلیٰ قابلیتیں پیدا کریں تو ہم تھوڑے ہو کر بھی کامیاب ہو سکتے ہیں پس ہماری کامیابی ہمارے طالب علموں کے ہاتھ میں ہے ہمارے نوجوان اگر اعلیٰ قابلیتیں پیدا کر لیں تو دنیا کے اعداد و شمار ہمارے راستے میں روک نہیں بن سکتے کیونکہ لوگ جب یہ دیکھیں گے کہ دنیا کا سب سے بڑا سائنس دان بھی احمدی ہے۔ دنیا کا سب سے بڑا محقق بھی احمدی ہے۔ دنیا کا سب سے بڑا مولوی بھی احمدی ہے۔ دنیا کا سب سے بڑا انجنیئر بھی احمدی ہے دنیا کا سب سے بڑا ڈاکٹر بھی احمدی ہے دنیا کا سب سے بڑا بیرسٹر بھی احمدی ہے۔ دنیا کا سب سے بڑا صنّاع بھی احمدی ہے تو وہ احمدیت کی طرف توجہ کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اس چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر احمدی کو یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ چوٹی کا آدمی بنے فارسی کا مقولہ ہے "کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی"۔ اگر ہمارے نوجوان ہر فن میں کمال پیدا کر لیں تو ترقی کرنا بہت آسان ہو جائے۔ کیونکہ ایسی صورت میں ہمارا مبلغ جہاں بھی تبلیغ کر رہا ہوگا وہاں یہ بات اس کی مدد کر رہی ہوگی کہ یہ اس قوم کا مبلغ ہے کہ جس میں ایسے ایسے اعلیٰ پایہ کے انسان پائے جاتے ہیں جب کوئی قوم قابلیت اور لیاقت میں بڑھ جاتی ہے تو اس کے ہر فرد کی قیمت بڑھ جاتی ہے اور اس کی بات توجہ سے سنی جاتی ہے۔

پس ہمارے نوجوانوں کو زندگیاں سدھارنے کی کوشش کرنی چاہیئے اور اپنی نگاہوں کو اونچا کرنا چاہیئے اور یہ عزم کر لینا چاہیئے کہ میں نے فلاں فن میں چوٹی کا آدمی بننا ہے یا اسی کوشش میں فنا ہو جانا ہے۔" (مشعل راہ جلد ۱ صفحہ ۵۴۲)

خوشبو و رنگ و نور کا دھارا نظر میں ہے
محبوبِ دو جہاں کا نظارا نظر میں ہے

آزاد ہو رہا ہوں میں عصیاں کے بوجھ سے
چشمِ کرم کا خاص اشارا نظر میں ہے

باطل کو جس کے نور نے دی آخری شکست
دل میں وہ چاند ہے وہ ستارا نظر میں ہے

اے رہنمائے کشتیٔ دل روشنی دکھا
طوفاں کا ہوش ہے نہ کنارا نظر میں ہے

اتنا تو ہے کہ دستِ شفاعت ہوا بلند
اتنا تو ہے کہ حال ہمارا نظر میں ہے

تاریکیاں ہیں کیوں دلِ ثاقبؔ میں اے خدا
جب آمنہ کا راج دُلارا نظر میں ہے

(جناب ثاقب زیروی - لاہور)

بقیہ حضرت قاضی محمد نذیر لائلپوری از صفحہ ۸

تھی اور وہ یہ کہ کوئی غیر احمدی یا غیر مسلم دوست احمدیت کی تعلیمات کو سمجھنے کے لئے آجائیں۔ اس وقت آپ تحریر کا کام بند کر دیتے اور پھر دفتری اوقات سے بے نیاز ہو کر اسے مطمئن کرنے کی کوشش میں لگ جاتے۔ بعض دفعہ شام کو انہیں ساتھ گھر لے گئے اور ساری رات تبادلۂ خیال جاری رہا۔

تبلیغ و اشاعت دین اسلام کے لئے یہ جذبہ یہ انہماک۔ اور یہ للّٰہیت کسی بھی آنے والے کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتی تھی۔ آج سے قریباً چار ماہ پہلے جب آپ پر آخری بیماری کا پہلا شدید حملہ ہؤا۔ اس وقت بھی آپ تین چار غیر از جماعت احباب کو بعض مسائل سمجھا رہے تھے۔ ضعف کی وجہ سے آپ کو بار بار ٹھہرنا پڑتا تھا لیکن باوجود ان لوگوں کے اصرار کے انہیں اٹھنے نہیں دیا۔ پھر جب آپ کو تکلیف میں شدت پیدا ہو گئی تو آپ کو ہسپتال لے جانا پڑا۔ اور وہ لوگ اٹھ کر مہمان خانہ چلے گئے۔

میں نے مخالفین احمدیت سے آپ کے کئی مناظرے سُنے ہیں۔ کبھی کسی مخالف کو تخفیف کے رنگ میں نہیں دیکھا۔ اسے کوئی نامناسب الفاظ نہیں کہے۔ حالانکہ وہ لوگ بعض دفعہ بڑی زیادتی کر جاتے تھے۔ ہر مناظرے میں آپ کی تکنیک مختلف ہوتی۔ بہت سنجیدگی سے نہایت عالمانہ رنگ میں اپنے خیالات پیش فرماتے۔ انتہائی مخالف بھی آپ کے تبحّر علمی حاضر جوابی اور نیکی سے متاثر ہوتے۔ تاہم آپ کی علمی گرفت بڑی سخت ہوتی۔ اور مخالف لاجواب ہونے پر مجبور ہو جاتا اور وہ اس لئے کہ مناظرہ میں آپ دُعا سے بہت کام لیتے۔

سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ سے متعلق

خدام اور قائدین کے نام مختصر ہدایات

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا سالانہ اجتماع اپنی شاندار روایات کے ساتھ تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے سامنے وسیع و عریض میدان میں ۷-۸-۹، نبوت ۱۳۵۹ہش بمطابق ۷، ۸، ۹ نومبر ۱۹۸۰ء منعقد ہو رہا ہے۔ جہاں خدام نہایت علمی۔ پاک اور بابرکت ماحول میں تین دن بسر کریں گے۔ یہاں جملہ خدام خیموں میں رہائش رکھیں گے اور مجلس اطفال الاحمدیہ مرکزیہ کا سالانہ اجتماع ایوانِ محمود و احاطہ انصار اللہ مرکزیہ میں منعقد ہوگا جس کے پروگرام کا اعلان مہتمم صاحب اطفال کر رہے ہیں سالانہ اجتماع کے سلسلہ میں ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا تاکیدی ارشاد ذہن نشین کر لیجئے کہ

"خدام الاحمدیہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں۔ اجتماع کی طرف خاص طور پر توجہ دیں زیادہ سے زیادہ تعداد میں اجتماع میں شامل ہونے کی کوشش کریں پھر اجتماع کو کامیاب کرانے کی طرف منتظمین بھی توجہ دیں۔"

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اس اہم ارشاد کی روشنی میں ہر خادم کو اس بابرکت اجتماع کے لئے پوری جدوجہد کرنی چاہیئے۔

اس اجتماع کی تاریخی اہمیت کے پیش نظر ضروری ہے کہ قائدین نمائندگی مجالس کے علاوہ زیادہ سے زیادہ خدام کو اس اجتماع میں شامل کرنے کے لئے بھی اس طرح پروگرام بنائیں کہ ہر خادم تک پیارے آقا کا یہ پیغام پہنچ جائے تا خدام اپنے پیارے آقا کی آواز پہ لبیک کہتے ہوئے اس روحانی اجتماع میں شامل ہونے کے لئے اپنے اپنے کاموں کا حرج کر کے بھی غیر معمولی جدوجہد اور کوشش کریں۔

چند ضروری امور

۱۔ ہمارا اجتماع دنیوی میلوں کی طرح کا نہیں

ہمارا یہ اجتماع خالصۃً ایک مذہبی اجتماع ہے جو جماعت احمدیہ کے نوجوانوں اور بچوں کی ذہنی اور جسمانی استعدادوں کو اجاگر کرنے کے لئے

ہر سال مرکز سلسلہ میں منعقد کیا جاتا ہے۔ اس لئے اس اجتماع میں شامل ہونے والے نوجوانوں اور بچوں کا فرض ہے کہ نظم و ضبط کا وہ عملی مظاہرہ کریں اور اجتماع کے دوران اطاعت، فرمانبرداری نظام کی پابندی۔ اسلامی اشعار اور تعاون اعلیٰ کا نمونہ پیش کریں۔ نیز اپنا وقت ذکر الٰہی کرتے ہوئے۔ درود شریف پڑھتے ہوئے اور دعاؤں میں مشغول رہ کر گزاریں۔ نیز اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ اجتماع میں ٹوپی یا پگڑی پہن کر آئیں اور اپنے اوقات اجتماع کے پروگرام کے مطابق گزاریں۔ پنڈال میں ہونے والے اجلاسات اور تقاریر کے دوران ادھر ادھر پھرنے یا اپنے خیموں میں بیٹھے رہنے کی بجائے پنڈال میں تشریف لے جائیں اور کاروائی سماعت فرمائیں۔

۲۔ ساتھ لانے کا سامان

خدام موسم کے مطابق بستر اور دیگر ضروری اشیاء اپنے ہمراہ لاویں۔ نیز ہر خادم کے پاس ایک تھیلی کا ہونا ضروری ہے جس میں مندرجہ ذیل اشیاء ہوں:۔

پلیٹ۔ گلاس یا مگ۔ رسی۔ دیا سلائی۔ کاغذ۔ پنسل ۳۰" × ۳۰" × ۴۰" کا تکون رومال یا ۴" چوڑی دو گز لمبی پٹی۔ بھنے ہوئے چنے حسب ضرورت گڑ اور اگر ہو سکے تو ایک عدد ٹارچ بھی ساتھ ہو۔ ہر خادم کے پاس قرآن کریم کا ہونا بھی ضروری ہے اس لئے براہ کرم قرآن کریم ضرور لاویں۔

۳۔ سائیکلوں پر آئیں

اپنے محبوب امام ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے بابرکت ارشاد کی تعمیل میں سائیکل سواری کو ترویج دینے کے لئے آپ کی اس خواہش کو پورا کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ خدام سالانہ اجتماع کے موقع پر سائیکلوں کے ذریعہ مرکز سلسلہ پہنچیں مومن کا ہر قدم آگے کی طرف اٹھتا ہے گذشتہ سال جن مجالس کے خدام سائیکلوں پر تشریف نہیں لائے وہ کوشش کریں کہ امسال اس کمی کو پورا کریں اور جن مجالس کے خدام گذشتہ سال سائیکلوں پر مرکز تشریف لائے تھے وہ مجالس کوشش کریں کہ ان کی تعداد گذشتہ سال سے بڑھے قائدین اس سلسلہ میں خاص کوشش فرمائیں۔

۴۔ داخلہ مقام اجتماع و تیاری خیمہ جات

مقام اجتماع میں داخلہ بذریعہ پاس ہوگا۔ جو مقام اجتماع کے گیٹ پر دفتر بیرون سے ملے گا۔ خدام جب اجتماع پر آئیں تو قائد مقامی کی تصدیق کروا کر ہمراہ لائیں یہ تصدیق دکھانے پر ہی مقام اجتماع میں داخلے کا ٹکٹ جاری ہو سکے گا۔

خدام کو چاہیئے کہ مورخہ ۶ نبوت ۱۳۵۹ ہش

نومبر ۱۹۸۰ء کی شام تک ربوہ پہنچ جائیں اور آتے ہی دفتر بیرون سے ٹکٹ حاصل کر کے مقامِ اجتماع میں دفترِ اندرون کے مقرر کردہ قطعات میں حزب وار خیمہ جات لگائیں اور رات مقامِ اجتماع میں بسر کریں۔

قائدین اجتماع میں شامل ہونے والے خدام کے حزب بنالیں۔ ہر حزب میں زیادہ سے زیادہ دس خدام ہوں گے۔ ہر حزب کا الگ خیمہ ہوگا۔ قائدین مقامی و اضلاع ابھی سے کوشش کریں تاکہ خدام کو خیمہ جات کے سامان کی تیاری میں مشکل پیش نہ آئے اور خدام اپنی رہائش کے لئے خود خیمہ بنانے کا سامان ساتھ لاسکیں۔

کھانے کا انتظام

مؤرخہ ۷ رنبوت / نومبر ۱۹۸۰ء دوپہر کے کھانے تک انتظام دار الضیافت ربوہ میں ہوگا۔ تاہم مؤرخہ ۶ رنبوت / نومبر ۱۹۸۰ء کو پہنچنے والے خدام قیام مقامِ اجتماع میں ہی کریں گے۔

۷ رنومبر کی شام سے کھانے کے لئے مقامِ اجتماع میں لنگر جاری کیا جائے گا اور ہر حزب کا سائق اپنے بلاک لیڈر سے مقررہ پرچی خوراک حاصل کر کے کھانا حاصل کرے گا۔ تمام خدام اپنے اپنے خیموں میں کھانا کھائیں گے۔ لنگر سے کھانا حاصل کرنے کے لئے سائقین اور قائدین برتن یا بالٹی کا خود انتظام کر کے ساتھ لا دیں گے۔ وضو، پینے کے پانی اور طبی امداد کی سہولت کا انتظام مقامِ اجتماع میں ہوگا۔

علمی مقابلہ جات اور ورزشی مقابلہ جات کی تفصیلی ہدایات قائدین مقامی و اضلاع کو بھجوائی جاچکی ہیں۔ خدام ان سے رابطہ کر کے معلوم کریں۔

معائنہ مقامِ اجتماع

مکرم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ۷ رنبوت / نومبر ۱۹۸۰ء گیارہ بجے قبل دوپہر خیمہ جات کا معائنہ فرمائیں گے۔ اوّل آنے والے خیمہ اور بلاک کو سندات دی جائیں گی۔

افتتاح اجتماع

مؤرخہ ۷ رنبوت / نومبر ۱۹۸۰ء نماز جمعہ کے بعد خدام مقامِ اجتماع میں تشریف لے جائیں گے۔ براہِ کرم جاری شدہ ٹکٹ داخلہ اپنے پاس رکھیں کیونکہ جمعہ کی نماز کے بعد دفتر بیرون کے منتظمین آپ کا ٹکٹ دیکھنے کے بعد آپ کو مقامِ اجتماع میں داخل ہونے کی اجازت دیں گے۔ پروگرام کے مطابق سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس اجتماع کا جمعہ کے بعد افتتاح فرمائیں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔ اسی طرح حضور اقدس اجتماع کے دوسرے اور تیسرے دن بھی اپنے بابرکت خطاب اور دعاؤں سے خدام کو نوازیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

پوری کوشش کریں کیونکہ یہ اجتماع

(باقی صفحہ پر)

ہم حرمتِ وطن پہ کٹ جائیں گے خوشی سے

ہو جان سے مجھ کو پیاری ہر شے میرے وطن کی
سارے جہاں سے اونچی شان ہے میرے وطن کی

—

ہر آن اس کی خاطر بیدار ہم رہیں گے
مشکل پڑے گی جب بھی ثابت قدم رہیں گے
ہوگا کسی قدم پر جب سامنا عدو سے
اللہ کے کرم سے ہو جیت میرے وطن کی

—

جو آنکھ اس کی جانب میلی نظر اٹھے گی
فولاد کی زمیں سے وہ پھوٹ کر اٹھے گی
جب معرکہ ہو برپا دشمن کے ساتھ اس کا
فتح و ظفر کی منزل ہو طے میرے وطن کی

—

ہم حرمتِ وطن پہ کٹ جائیں گے خوشی سے
جو کچھ طلب کرے یہ لے آئیں گے خوشی سے
انکار کفر ہمیں انکار کیوں کریں گے
جو شے ہے دسترس میں وہ ہے میرے وطن کی

—

(عبد الکریم قدسی ۔ لاہور)

چراغِ منزل

وفا و مہر و محبت چراغِ منزل ہے
کسی کی نظرِ عنایت چراغِ منزل ہے
مقامِ عشق کوئی دور تو نہیں ہمدم
جگر گداز قیادت چراغِ منزل ہے
ہزار باد مخالف چلے زمانے میں
یہ سلسلۂ خلافت چراغِ منزل ہے
رہِ جنوں میں مجھے زندگی عزیز نہیں
رہِ وفا میں شہادت چراغِ منزل ہے
رضا و صدق و صفا و حیا کا طالب ہوں
مجھے تو عشقِ رسالت چراغِ منزل ہے
اسی چراغ سے روشن ہیں اہلِ دل کے چراغ
دعائے اہلِ بصیرت چراغِ منزل ہے
نہ فکرِ جاہ ہمیں ہے نہ حرصِ مال و منال
متاعِ صبر و قناعت چراغِ منزل ہے
یہ کاروان تو رہے گا رواں دواں دائم
خدائے پاک کی نصرت چراغِ منزل ہے
خدا کے بعد محمد کا نام ہے لب پر
یہی خزانۂ عقیدت چراغِ منزل ہے
ہجومِ رنج میں بھی مسکرائے ہم احسن
رہِ وفا میں یہ کلفت چراغِ منزل ہے

—

(احسن اسمٰعیل ۔ گوجرہ)

نباتیات

سویابین

(جناب محمد احمد اشرف لاہور)

دماغی محنت و مشقت کرنے والوں بالخصوص طلباء کے لئے سویابین نہایت مفید قرار دی گئی ہے کیونکہ اس میں ایک ایسا کیمیائی جزو لیسیتھن (lecithin) پایا جاتا ہے جو انسان کے حافظہ کے لئے بڑا فائدہ مند ہے۔ جدید تحقیقات یہ ثابت کر رہی ہیں کہ سویابین کھانے سے طلباء اپنا چالیس فی صد وقت بچا سکتے ہیں۔ یعنی اگر کسی طالب علم کو کسی بات کے سمجھنے اور یاد کرنے میں دس گھنٹے صرف کرنے پڑتے ہوں تو اس کے استعمال سے اسی کام پر صرف چھ گھنٹے صرف ہوں گے۔

سویابین موسم گرما کا ایک پھلی دار پودا ہے۔ اس کا سائنسی نام Glycine max ہے۔ مشرقی ایشیا اور ریاستہائے متحدہ امریکہ میں کثرت سے کاشت کیا جاتا ہے۔ چین اور جاپان میں تو یہ تازہ تکلیف نہ کرنا میں بھی پہلے اپنے فوائد و کثرتِ استعمال کی وجہ سے اہم ترین پودا سمجھا جاتا تھا اور اسی بناء پر خوب کاشت کیا جاتا تھا۔

سترھویں صدی کے آخر میں ایک جرمن سائنسدان Engelbert Kaempfer نے چند سال جاپان میں گزارے جس کے بعد اس نے یورپ کو اس پودے سے متعارف کرایا۔ لیکن اہلِ یورپ نے اس طرف خاطر خواہ توجہ نہ دی۔ ۱۸۷۳ء میں آسٹریا میں ہونے والی ایک نمائش نے ایک دفعہ پھر یورپی سائنسدانوں کی توجہ اس طرف مبذول کی۔ چنانچہ بہت سے سائنسدانوں نے اسے آزمائشی طور پر اگایا اور اس پر تحقیق کی جس کے حوصلہ افزا نتائج برآمد ہوئے۔

قبل ازیں ۱۸۰۴ء میں ریاستہائے متحدہ امریکہ میں James Mease کے مطابق سویابین کامیابی سے کاشت کی گئی جس کے بعد یہ "جاپانی پھلی" کے نام سے مشہور ہو گئی۔ ۱۸۹۰ء میں ریاستہائے متحدہ امریکہ کے محکمہ زراعت نے سویابین کی بہت سی قسمیں ایشیائی اور یورپی ممالک سے درآمد کیں اور اس کی تقریباً دس ہزار قسمیں اگائیں۔ ۱۹۳۶ء میں پھر بہت سے تجربات کے ذریعہ اس کی اعلیٰ اقسام تیار کی گئیں۔ جو قسم ہمارے ملک میں کامیاب ہوتی ہے وہ زرد رنگ کی ہے اور اس کا نام Yellow Manchurian ہے۔

سویابین کا پودا

سیدھا اور پھل دار ہوتا ہے۔ اس کی

مختلف قسموں کی اونچائی ایک فٹ سے لے کر چھ فٹ تک ہوتی ہے۔ اس کی جڑیں بھی خاصی پھیلی ہوئی ہوتی ہیں اور کئی فٹ تک زمین میں چلی جاتی ہیں۔ اس کے پھول چھوٹے چھوٹے، سفید یا ارغوانی رنگ کے ہوتے ہیں۔ پودے میں نر اور مادہ دونوں حصے موجود ہوتے ہیں۔ اس کے بیج عموماً زرد، سفید، سبز، سواری یا سیاہ رنگ کے ہوتے ہیں۔

طریق کاشت

سویابین کے لئے زرخیز اور میرا زمین سب سے بہتر ہے۔ زیادہ بھاری اور کلراٹھی زمین میں اس کی کاشت نہیں کی جاتی۔ ایسی جگہوں پر جہاں سویابین پہلی دفعہ لگائی جا رہی ہو، اس کے بیجوں کو سویابین بیکٹیریا کا جراثیمی ٹیکہ ضرور لگوا لینا چاہیئے۔

پاکستان میں یہ پندرہ جون سے لے کر اگست کے آخر تک کاشت کی جاتی ہے۔ زمین تیار کرنے کے بعد تر وتر میں دو سے تین انچ کی گہرائی میں اس کے بیج بوئے جاتے ہیں اور قطاروں میں ایک دوسرے سے ڈیڑھ ڈیڑھ فٹ کا فاصلہ رکھا جاتا ہے۔ پہلا پانی بیج اگنے کے تقریباً تین ہفتے بعد دیا جاتا ہے۔ پھر ہر پندرہ دن بعد آبپاشی جاری رکھتے ہیں۔ فصل کی بڑھوتی پہلے بہت آہستہ ہوتی ہے۔ دو دفعہ گوڈی کرنا نہایت ضروری ہے۔ عموماً تین چار ماہ میں یہ فصل پک کر تیار ہو جاتی ہے۔

سویابین کی فصل قریباً ۵۰ قسم کی بیماریوں سے متاثر ہو سکتی ہے لیکن صرف چند ایک ہی زیادہ نقصان دہ ہیں۔ ٹڈی، سفید مکھی اور تمیلہ فصل کو کافی نقصان پہنچاتے ہیں جس کے لئے بروقت سپرے کیا جانا ضروری ہے۔

ہمارے ہاں پیداوار کے لحاظ سے بی ۶۸ براگ ہمپٹن۔ ہمپٹن ۲۶۶۔اے بہتر اقسام ہیں۔

استعمال

ایشیائی ممالک میں اس کی بیشتر کاشت بیجوں کے لئے کی جاتی ہے جو مختلف غذاؤں کی تیاری میں استعمال ہوتے ہیں جن کی وجہ سے نہ صرف لذت بلکہ ضروری پروٹینز بھی مہیا ہو جاتی ہیں۔ غذائی اعتبار سے سویابین کی پروٹین حیوانی پروٹین سے کافی مشابہت رکھتی ہے اور اسی وجہ سے اوّل درجہ کی پروٹین خیال کی جاتی ہے۔

سویابین کے پودے کی کونپلیں چینی لوگ سبزی کے طور پر بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔ ان کے اندر وٹامن سی خاصی مقدار میں موجود ہوتی ہے۔ سویابین کے بیجوں کو پیس کر پانی ملانے سے ایک قسم کا دودھ بن جاتا ہے جو بڑی کثرت سے استعمال کیا جاتا ہے۔ سویابین دودھ کو ابالنے سے اس کی سطح پر ایک تہہ سی جم جاتی ہے جو پروٹینز سے بھرپور ہوتی ہے۔ چینی و جاپانی لوگ قدیم زمانہ سے اس کے بڑے شوقین ہیں۔ دیگر اناج کی پروٹین

میں معمولی تھوڑی مقدار میں ہوتی ہے جبکہ سویابین اس کمی کو پورا کر سکتی ہے۔ گندم کے آٹے میں پانچ فی صد سویابین کے اضافے سے یہ غذائیت میں بہت اعلیٰ بن جاتا ہے۔ تاہم بہت سے لوگ سویابین رات کو پانی میں بھگونے کے بعد صبح کے وقت چھلکا اتار کر کھانے کو زیادہ پسند کرتے ہیں اور یہ طریق آسان ترین ہے۔

سویابین کا تیل بہت سی خوردنی اشیاء کی تیاری میں استعمال ہونے لگا ہے۔ اس سے بہت سی دیگر اشیاء کے علاوہ مصنوعی مکھن بھی تیار کیا جا سکتا ہے۔ سویابین تیل۔ صنعتی انیمل، وارنش، پینٹ اور روشنائیاں وغیرہ بنانے میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ تیل نکل جانے کے بعد باقی سویابین جانوروں خصوصاً مرغیوں وغیرہ کے لئے پروٹین سے بھرپور خوراک کا کام دیتی ہے۔ سویابین گوند، پلاسٹک، صابن اور کاغذسازی میں بھی استعمال ہوتی ہے۔

لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ پر قائم ہے کہ سویابین کا صحیح لطف خوراک کے طور پر استعمال کرنے میں ہے جو سستی اور غذائیت سے بھرپور ہے اور گوشت کا قدرتی نعم البدل بھی۔ اور اس کا استعمال جسم اور ذہن انسانی کی صحت اور نشوونما کے لئے انتہائی ممد و معاون ثابت ہو سکتا ہے۔

(بقیہ صفحہ ۳۳)

نمایاں خصوصیت کا حامل ہے اور ایک تاریخی اجتماع ہے۔ اس لئے ہر خادم اسی میں شمولیت کی پوری کوشش کرے۔ خدا تعالیٰ سفر و حضر میں آپ کا حامی و ناصر ہو اور آپ کا مرکز میں تشریف لانا بابرکت فرمائے۔ آمین

(معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

تبصرہ و تنقید

"ایک مبارک نسل کی ماں"

اپنے بزرگ اسلاف کے حالات، واقعات، عادات و خصائل اور سیرت سے آگاہ رہنا کسی بھی قوم کی ترقی کے لئے بنیادی چیز ہے۔ حضرت اماں جان [illegible] باوجود جماعت احمدیہ کے مقدس اسلاف میں سے تھا۔ حضرت اماں جان کی سیرت سے جماعت کو روشناس کرنے کے لئے محترم سید سجاد احمد صاحب نے آپ کے حالات پر مشتمل

"ایک مبارک نسل کی ماں"

کے عنوان سے ایک کتاب تحریر کی ہے۔ ۱۴۴ صفحات پر مشتمل یہ کتاب نہایت شستہ زبان میں لکھی گئی ہے جگہ بہ جگہ اردو اور فارسی کے مناسب اشعار مضمون کی رونق دوبالا کر دیتے ہیں۔ اس میں حضرت اماں جان کے خاندان کے بانی سلسلہ احمدیہ کے خاندان سے تعلقات، آپ کی شادی کے حالات، آپ کی سیرت کے بعض پہلو، بالخصوص "بچوں کی تربیت کے اصول" اور حضرت مسیح موعود [illegible] کے ۶۴ ایسے الہامات جن میں حضرت اماں جان [illegible] بالواسطہ یا بلاواسطہ ذکر ہے، شامل کئے ہیں۔ [illegible] کتاب کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ اس میں حضرت [illegible] کی مبارک نسل کا شجرۂ طیبہ [illegible] ہے۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء

محترم سجاد [illegible] کی یہ گراں قدر کوشش قابل ستائش [illegible] ظاہر ہے یہ مختصر کتاب حضرت اماں جان کی سیرت و سوانح کے جملہ پہلوؤں پر حاوی تو نہیں ہو سکتی تھی خصوصاً [illegible] کا وہ حصہ جو شادی سے قبل کا ہے کسی قدر مختصر ہے تاہم مجموعی اعتبار سے یہ کتاب بہت مفید اور معلومات افزا ہے۔ امید ہے اس کتاب سے استفادہ کیا جائے گا۔ قیمت [illegible] روپے۔ ملنے کا پتہ: "البلاغ" رحمت بازار ربوہ

علم تعبیر الرؤیا اور اس کے عجائبات

۷۹ صفحات پر مشتمل یہ کتابچہ مرتبہ مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد علم تعبیر الرؤیا کے سلسلہ میں بعض رہنما اصولوں پر مشتمل ہے۔ سچی خوابیں امت مسلمہ کا ورثہ ہیں اور اللہ تعالیٰ اس ذریعہ سے اپنے نیک و پاک بندوں کی رہنمائی فرماتا چلا آیا ہے بلکہ یہاں تک ارشاد ہے کہ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات۔ یعنی رؤیا و کشوف [illegible] باقیات الصالحات [illegible] ہے اس لئے ضروری ہے کہ

ہر مسلمان علم تعبیر الرؤیا سے حسبِ استعداد واقف ہو اور مولانا کی تالیف "علم تعبیر الرؤیا اور اس کے عجائبات" اس مقصد کو پورا کرنے میں ممد ثابت ہو گی - انشاء اللہ -

اس کتابچہ میں تاریخ اسلام کی روشنی میں علم تعبیر الرؤیا کی اصلیت وحقیقت بیان کی گئی ہے اور موجودہ دور میں حضرت مسیح موعود نے اس علم کے متعلق جو نکات معرفت ارشاد فرمائے ہیں مختصراً ان کا ذکر بھی ہے - علم تعبیر سے متعلق آٹھ بنیادی اصولوں کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے جو اس علم کی اساس کے طور پر ہیں یہ ایک معلومات افزا علمی کتابچہ ہے جو دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ بہت سے عجائبات اپنے اندر لئے ہوئے ہے - اللہ تعالیٰ مولانا کو جزائے خیر دے - پتہ ذیل سے طلب کیا جا سکتا ہے -

جمال الدین انجم - احمد اکیڈمی - ربوہ

پاکستان کے "درخشندہ ستارے"

مکرم شیخ عبد الماجد صاحب لاہور نے حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب اور محترم ڈاکٹر عبد السلام صاحب کی شخصیات پر روشنی ڈالی ہے - حضرت چوہدری صاحب کی ذاتِ گرامی اور آپ کی اسلام واحمدیت، اپنے وطن اور مسلمانوں کے لئے خدماتِ جلیلہ سے ہر کوئی واقف ہے - اس چھوٹے سے کتابچہ میں ان خدمات کا اعتراف، اظہار تشکر اور آپ کی خداداد صلاحیتوں کو نامور شخصیات نے وقتاً فوقتاً جس طرح خراجِ عقیدت پیش کیا ہے - یہ اس کی ایک جھلک ہے -

اسی طرح نوبل پرائز ہولڈر محترم ڈاکٹر عبد السلام صاحب کے عالمی اعزاز پر اسلامی دنیا کے مختصر تاثرات کا ذکر کیا گیا ہے - حضرت چوہدری صاحب اور محترم ڈاکٹر صاحب کی تصاویر سے مزین یہ کتابچہ معلومات افزا ہے اور مکرم عبد الماجد صاحب لاہور سے طلب کیا جا سکتا ہے -

(م - ا - م)

(طنز و مزاح)

سیوب

(مرسلہ:- اخلاق احمد)

"سیب کو بالعموم دانتوں سے یونہی کچر کچر کھا لیا جاتا ہے۔ آخر سبھی حیوان ایسے کھاتے ہیں تو انسان میں کون سا سرخاب کا پر لگا ہے۔ لیکن اس وقت طبیعت ذرا مائل بہ نفاست تھی ہم نے ہوٹل کی داروغن صاحبہ سے چاقو چھری وغیرہ کی فرمائش کی تاکہ سائنٹفک طور پر کاٹ کر کھائیں۔ اتفاق سے وہ ڈکشنری جو جرمن زبان میں ہمارے علم و فضل کی ذمہ دار ہے ہم اوپر کمرے میں چھوڑ آئے۔ اور چھری کی جرمن ہمیں زبانی نہیں آتی۔ داروغن صاحبہ کو انگریزی میں دخل ضرور ہے لیکن بس ایسا ہی جیسا ہمیں جرمن میں ہے۔ ہم نے کہا "نائف چاہیے" ایپل کاٹنا ہے۔ ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ تو ہم نے ایک ہاتھ میں خیالی سیب رکھ کر دوسرے میں خیالی چھری لی اور اسے کاٹا۔ بیچاری کند ذہن پھر بھی نہ سمجھی۔ اب ہم نے بریک فاسٹ کا حوالہ دیا اور اشاروں اشاروں میں توس پر چھری سے مکھن لگایا۔ یہ اشارہ بھی مکھن لگانے سے زیادہ نائی کے استرا تیز کرنے سے زیادہ قریب ہو گیا۔ لہٰذا ہم نے خیالی سیب کو پھر دو ٹکڑے کیا۔ یکایک محترمہ نے چہک کر کہا "سیوب"؟ ہم نے بھی خوش ہو کر کہا ہاں ہاں "سیب" اتنی دیر سے یہی تو کہہ رہا ہوں کہ سیب کاٹنا ہے اب چھری لاؤ۔

ایک روز ہم نے پائن ایپل مانگا تھا تو دوکاندار نے کہا "اناناس"؟ تب ہمیں معلوم ہوا کہ یہاں یہ پھل اناناس ہی کہلاتا ہے۔ اب یہاں بھی ہم اتنی دیر سے "ایپل" کاٹنے کی بات کر رہے تھے شروع ہی میں سیب کہہ دیتے تو یہ فوراً سمجھ جاتیں۔ ساتھ ہی خیال آیا کہ کسی نے اردو اور جرمن زبان کے مشترک الفاظ پر اب تک کچھ نہیں لکھا۔ کسی کو توفیق ہی نہیں ہوئی۔ شاید اس لئے کہ کسی کو جرمن آتی ہی نہیں تھی۔ ہم نے طے کر لیا کہ عدیم الفرصتی کے باوجود وطن واپس جا کر ہم اس موضوع پر محققانہ مقالہ لکھیں گے۔ ایک تو یہ سیب ہی مشترک نکلا اور بھی بہت سے الفاظ ضرور مشترک ہوں گے۔ اتنے میں محترمہ برآمد ہوئیں ان کے ہاتھ میں نہانے کے صابن کی ایک ٹکیہ تھی۔ بولیں۔ "یہ لو سیوب"

(ابن انشاء ـــــ آوارہ گرد کی ڈائری)

"لیکچر سیالکوٹ"

مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود کے سلسلہ میں ماہ اکتوبر کے لئے حضور کی کتاب "لیکچر سیالکوٹ" مقرر ہے خدام سے گذارش ہے کہ اس کتاب کا بغور مطالعہ فرمائیں۔

(مہتمم تعلیم)

صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے دوران سال مجالس پاکستان کے دورے

محترم صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے گذشتہ سال صدارت کی ذمہ داریاں سنبھالتے ہی مجالس پاکستان کے دورے شروع کر دیئے جو سارا سال جاری رہے اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی تائید و نصرت سے نہایت کامیاب اور مفید رہے۔ ان جملہ دورہ جات کا مختصر ذکر ہدیۂ قارئین ہے۔

نمبر شمار	تاریخ	اضلاع
۱۔	۱۶ر نومبر ۱۹۷۹ء	سیالکوٹ
۲۔	۷ر دسمبر ۱۹۷۹ء	ضلع لاہور
۳۔	۲۱ تا ۲۵ر فروری ۱۹۸۰ء	راولپنڈی، نوشہرہ، پشاور، پھگلا، بالاکوٹ۔ مانسہرہ ایبٹ آباد۔
۴۔	۲۹ر فروری ۱۹۸۰ء	بہاولپور، ملتان۔
۵۔	۷ر مارچ ۱۹۸۰ء	تھل ضلع سرگودھا۔
۶۔	۱۴ر مارچ ۱۹۸۰ء	گوجرانوالہ۔
۷۔	۱۱ر اپریل ۱۹۸۰ء	شیخوپورہ و ضلع گجرات۔
۸۔	۲۵ر اپریل ۱۹۸۰ء	اوکاڑہ۔
۹۔	۲۹ر اپریل تا ۹ر مئی ۱۹۸۰ء۔	حیدرآباد، ضلع بدین مکمل، ضلع سانگھڑ مکمل، تھرپارکر۔ کنری۔ ڈگری بھٹھ۔ گھارو۔
۱۰۔	۴ر تا ۱۰ر جولائی ۱۹۸۰ء	ضلع پشاور مکمل، راولپنڈی، اسلام آباد۔
۱۱۔	۲۴ر تا ۳۰ر اگست ۱۹۸۰ء	ضلع کوٹلی، ضلع میرپور (کشمیر)
۱۲۔	۵، ۶ر ستمبر ۱۹۸۰ء	بہاولنگر۔
۱۳۔	۹ر تا ۱۹ر ستمبر ۱۹۸۰ء	رحیم یار خان، سکھر، ضلع لاڑکانہ (مکمل)، کوئٹہ۔ کراچی۔
۱۴۔	۲۲ر ستمبر ۱۹۸۰ء	ملتان
۱۵۔	۲۶ر ستمبر ۱۹۸۰ء	لاہور
۱۶۔	۲ر اکتوبر ۱۹۸۰ء	جھنگ۔
۱۷۔	۳ر اکتوبر ۱۹۸۰ء	ساہی وال
۱۸۔	۱۰ر اکتوبر ۱۹۸۰ء	فیصل آباد۔

ھُوَالنَّاصِر
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
کراچی میں
معیاری سونا، معیاری زیورات خریدنے اور بنوانے کے لئے تشریف لائیں!
الرؤف جیولرز
۱۶- خورشید کلاتھ مارکیٹ حیدری
شمالی ناظم آباد کراچی
فون:- ۶۱۷۰۶۹

ایل ڈی اے سے منظور شدہ
الحمرا ٹاؤن
محلِ وقوع
یونیورسٹی کیمپس سے صرف ۲ میل کے فاصلے پر
پلاننگ
جدید ترین تکنیک سے آراستہ و مغربی طرز رہائش کے معیار کے مطابق
بینک
مسلم کمرشل بنک۔ وحدت روڈ لاہور
نقشہ
ملحقہ آبادی
وحدت کالونی
اقبال ٹاؤن
ملتان روڈ
وحدت روڈ
یونیورسٹی کیمپس
گارڈن ٹاؤن
فیصل ٹاؤن
۳۲۰۰ - ایکڑ سکیم
الحمرا ٹاؤن
ماڈل ٹاؤن
فیروز پور روڈ
خصوصیات
جدید ٹرانسپورٹ کا انتظام
تعلیمی و طبی سہولت کے لئے سکول و ہسپتال
سرسبز و شاداب علاقہ
تفریح کے لئے پارک
وسیع و عریض شاپنگ مرکز
بجلی، پانی و سیوریج کا جدید ترین انتظام
مسجد ۰ مہذب ماحول ۰ کشادہ سڑکیں
بیرونِ ممالک میں مقیم پاکستانیوں کیلئے مخصوص پلاٹ
پراسپیکٹس دفتر سے مفت حاصل کیجئے
اوقاتِ رابطہ: صبح ۸ بجے تا ایک بجے دوپہر - ۳ بجے دوپہر تا ۸ بجے رات - فون نمبر ۸۵۳۱۰۲
اٹلس انٹرنیشنل
فیض روڈ - مسلم ٹاؤن - لاہور
ڈویلپمنٹ کا آغاز کر دیا گیا ہے
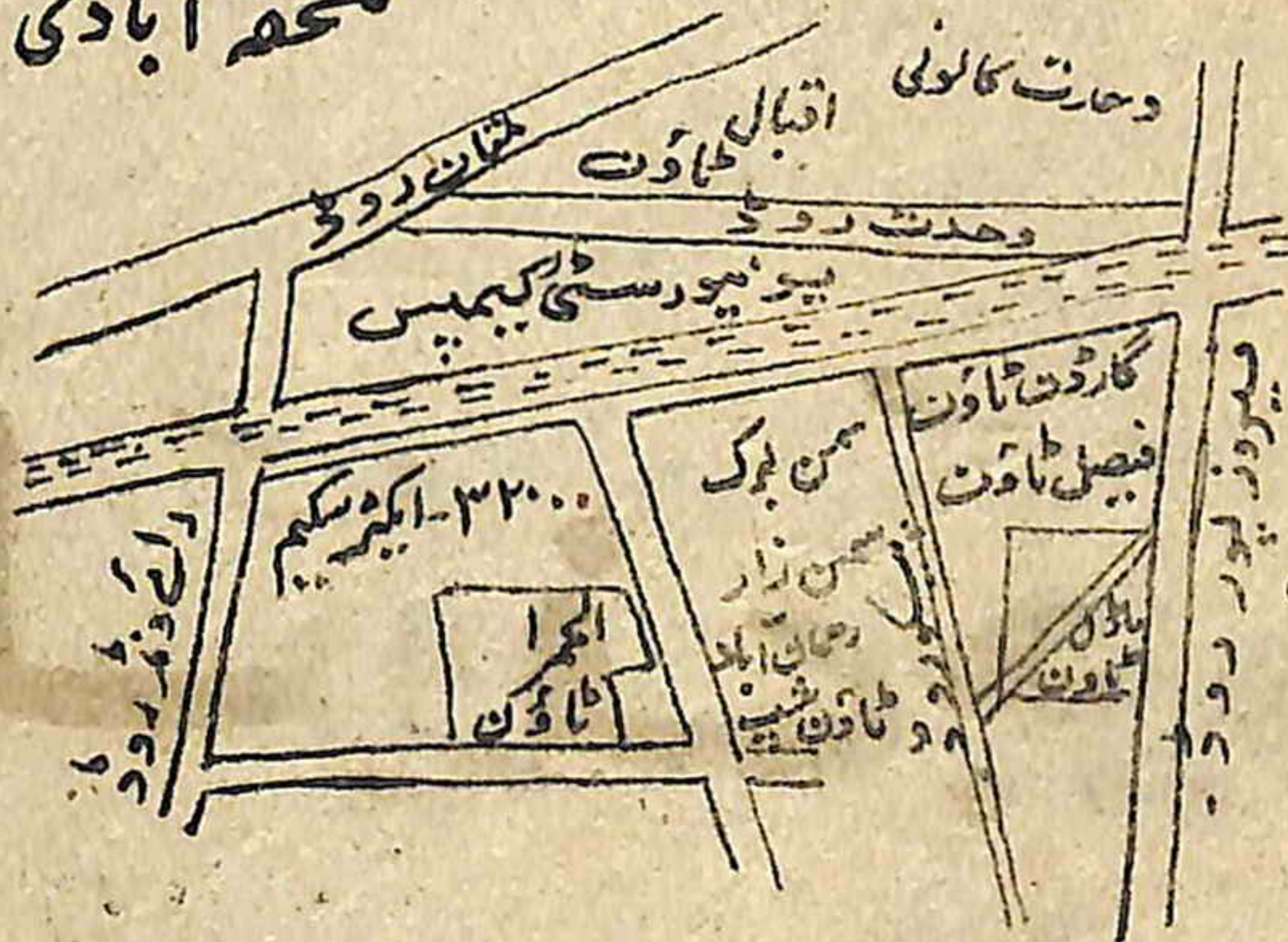
شیزان
ایک بار نہیں سو بار نہیں
میں تو کہوں گی لاکھوں بار
شیزان کی ہر چیز ہے سب سے مزے دار
MANGO SQUASH
Apple Jelly
Apricot Jam
شیزان انٹرنیشنل لمیٹڈ - بند روڈ - لاہور

Monthly
KHALID
Rabwah
October 1980

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

Regd. No. L6830
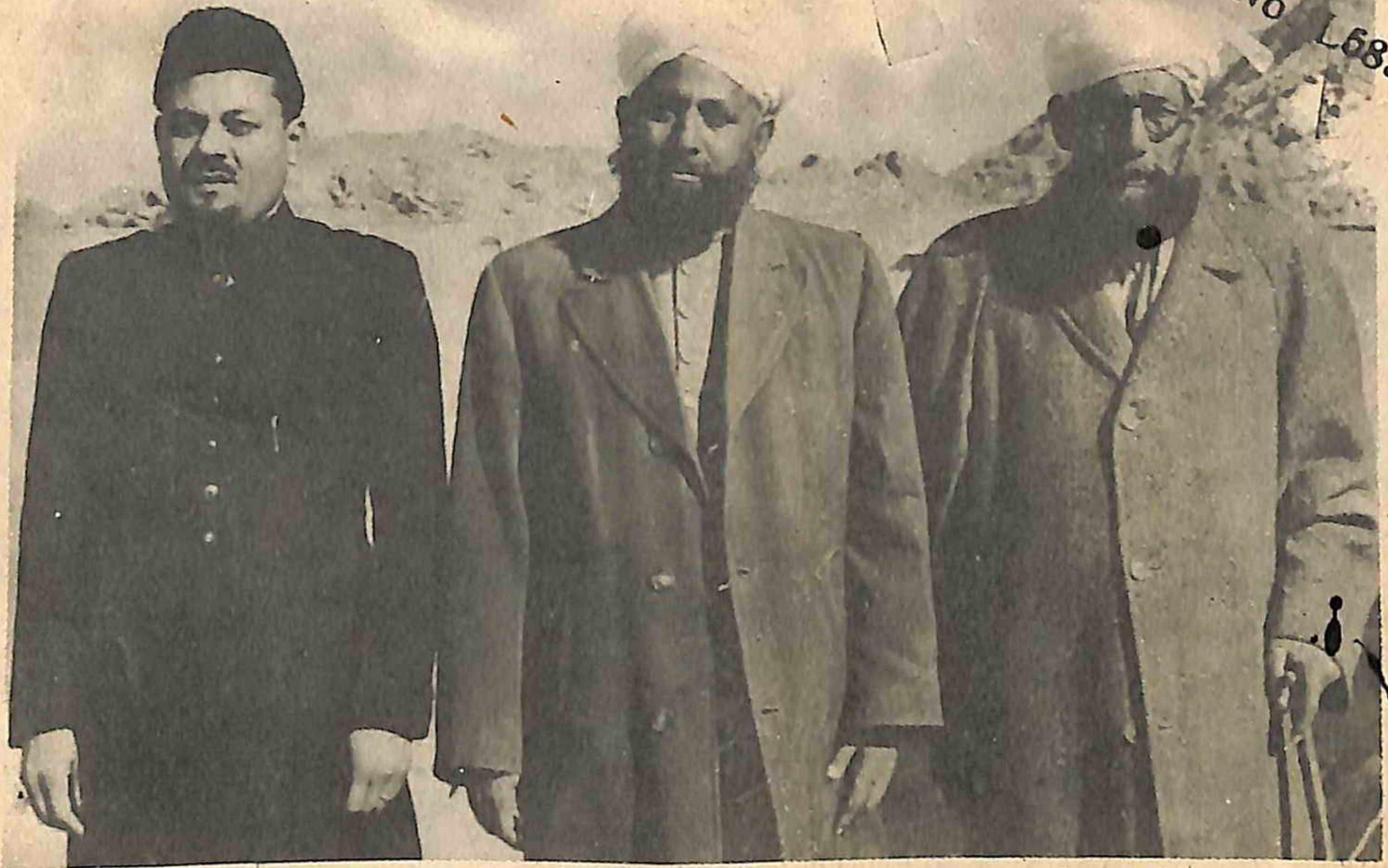
دائیں سے بائیں:۔ حضرت مولانا قاضی محمد نذیر صاحب فاضل لائلپوری۔ تاریخ وفات ۱۵ ستمبر ۱۹۸۰ء
حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری۔ تاریخ وفات ۳۰ مئی ۱۹۷۷ء
حضرت میر داؤد احمد صاحب۔ تاریخ وفات ۲۴ اپریل ۱۹۷۳ء

حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب۔
حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس
تاریخ وفات ۱۰ اکتوبر ۱۹۶۶ء
حضرت مولانا قاضی صاحب